امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 رجب المرجب 1435ھ بمطابق مئی 2014ء شمارہ 3

صدارتی انتخابی ڈرامہ کے اصل حقائق

برما: ظالمانہ حکومتی اقدامات

جمہوری تاریخ کے سب سے مضحکہ خیز انتخابات

یوکرائن اور تیسری جنگ عظیم کا خدشہ

فدائی حملوں سے افغانستان گونج اٹھا

سرد جنگ

اسلام اور مغربی روشن خیالی

کابل انتظامیہ کے زیر قبضہ اضلاع میں عموماً ہر کمانڈر ایک نجی جیل بھی رکھتا ہے۔

امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے امور جیل خانہ کے سربراہ سے گفتگو

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللہ ! وما ھن ؟ قال الشرک باللہ والسحر، وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق ، واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات۔

[بخاری، مسلم]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات مھلک اور تباہ کن گناھوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ! وہ کون سے سات گناہ ہیں ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ [اس کی عبادت، صفات یا افعال میں سے کسی کو] شریک کرنا ، اور جادو کرنا اور ناحق کسی آدمی کو قتل کرنا ، اور سود کھانا ، اور یتیم کا مال کھانا، اور [اپنی جان بچانے کے لئے] جہاد میں اسلامی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا اور اللہ تعالیٰ کی پاک دامن بھولی بھالی بندیوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ

شریعت

جلد 3 رجب المرجب 1435ھ بمطابق مئی 2014ء شمارہ 3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

- ✓ صدارتی انتخابی ڈرامہ کے اصل حقائق
- ✓ قاری فیض محمد سجاد شہید (رحمہ اللہ)
- ✓ فدائی حملوں سے افغانستان گونج اٹھا
- ✓ برما: ظالمانہ حکومتی اقدامات
- ✓ امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے امور جیل خانہ کے سربراہ سے گفتگو
- ✓ جمہوری تاریخ کے سب سے مضحکہ خیز انتخابات
- ✓ شاباش طالبان!
- ✓ تجدید عہد
- ✓ یوکرائن اور تیسری جنگ عظیم کا خدشہ
- ✓ آج کا ابوعبداللہ
- ✓ اسلام اور مغربی روشن خیالی
- ✓ مغربی میڈیا کو شکست
- ✓ شہروں تک محدود انتخابات
- ✓ سرد جنگ
- ✓ افغانستان مارچ 2014 میں
- ✓ جنگی جرائم اپریل 2014
- ✓ انتخابی دھاندلیاں بے نقاب
- ✓ اپریل کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک..........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات..........30 ڈالر

بنگلہ دیش..........28 ڈالر

مدیراعلی

صدارتی انتخابی ڈرامہ کے اصل حقائق

5،اپریل بروز ہفتہ امریکی اور نیٹو کی عسکری مادی اور ابلاغی قوت کے زیر سایہ مقبوضہ افغانستان میں صدارتی انتخابات کے نام کھیلے جانے والے کھیل کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا، ان صدارتی انتخابات میں آٹھ امیدواروں نے حصہ لیا، پہلے پہل ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ، اشرف غنی احمد زئی، اور زلمی رسول کے نام عالمی میڈیا پر نمایاں رکھے گئے جبکہ بعد میں بتایا گیا کہ عبداللہ عبداللہ اور اشرف غنی احمد زئی کے درمیان مقابلہ سخت ہے، 24، اپریل کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے سر پر صدارت کا تاج رکھا جائے گا۔

الیکشن کمیشن کے سربراہ احمد یوسف نورستانی کا دعویٰ ہے کہ ٹرن آوٹ 50 فیصد سے زیادہ رہی کیونکہ تین کروڑ سے زائد آبادی والے اس ملک میں 70 لاکھ رائے دہندگان نے ووٹ کاسٹ کئے اور یہ تعداد رائے دہندگان کی کل تعداد کی نصف سے زائد ہے۔ حال ہی میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ انتخابات کا حسب توقع فیصلہ کن نتیجہ برآمد نہیں ہوسکا کیونکہ نمایاں امیدواروں میں کوئی ایک بھی پچاس فیصد ووٹ حاصل نہیں کرسکا چنانچہ اب دو انتخابی امیدواروں عبداللہ عبداللہ اور اشرف غنی احمد زئی میں دوبارہ مقابلہ ہوگا جس کے لئے ۷ جون کی تاریخ متوقع ہے۔

دنیا والوں کے اذہان مسخ کرنے کی خاطر ملک کے اندر قومی زبانوں میں نشریات کرنے والے مختلف ٹی وی چینلز اور مغربی میڈیا کا دعویٰ ہے کہ افغانستان میں ہونے والا تیسرا صدارتی انتخابات کامیاب رہے اور غیر متوقع طور پر پُرامن طریقے سے منعقد ہوئے حالانکہ انتخابات کو سبوتاژ کرنے کیلئے طالبان نے انتخابات کے دن ملک بھر میں دشمن پر 1088 حملے کئے ہیں۔ دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے کہ طالبان ۶ سو سے زیادہ حملے کرنے میں کامیاب ہوئے۔ غربی میڈیا پر ووٹنگ کے لئے بنائی گئی طویل قطاریں بھی دکھائی گئیں جن میں مرد وخواتین اپنے نئے صدر کے انتخاب کے لئے حق رائے دہی استعمال کررہے تھے جسکا مقصد دنیا کو یہ دھوکہ دینا تھا کہ افغان عوام نے حالیہ انتخابات میں حد سے زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ امریکی اور نیٹو افواج کے سرپرستی میں افغانستان میں صدارتی انتخابات کے نام پر جو کھیل کھیلا گیا دنیا اس کی حقیقت سے واقف ہے۔ مختلف افغان نشریاتی ذرائع کی جانب سے انتخابات میں بڑے پیمانے پر ہونے والی دھاندلی کا خوب ڈھنڈورا بھی پیٹا گیا۔ بہت سے پولنگ سٹیشنوں میں دس بارہ آدمیوں کے جانے کے بعد ہی بیلٹ پیپر ختم ہوجاتا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ایک بہت بڑی سازش کے تحت بیلٹ بکسز پہلے سے جعلی ووٹ سے پُر تھے۔ جس یہ اندازہ لگانا آسان ہوجاتا ہے کہ حقیقت میں کتنے لوگوں نے ان انتخاب میں شرکت کی ہوگی۔

لیکن بڑی چیز کو چھوٹا دکھانا اور چھوٹی چیز کو بڑا دکھانا یا معمولی بات کو ایشو بنانا مغربی میڈیا کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ اس لئے امریکہ اور دیگر قابض ممالک اپنے مذموم اہداف کے حصول کے لئے اس نئے کھیل کو افغانستان میں جمہوری استحکام اور جمہوریت کی فتح سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی بات کو دہرایا جاتا ہے کہ افغان عوام نے صدارتی انتخابات میں بھرپور شرکت کرکے جمہوریت کی حمایت کردی ہے۔ مغربی میڈیا کی جانب سے یہ باتیں خلاف توقع نہیں ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ افغانستان کے اندر اور افغانستان سے باہر اسلامی دنیا کے بہت سارے اسلام بیزار لبرل عناصر نے ان انتخابات کو افغان عوام کی جانب سے طالبان کے اسلام مسترد کرنے کی دلیل قرار دیا ہے اور ساتھ یہ جسارت بھی کی ہے کہ افغان عوام نے روشن خیال اور لبرل اسلام کے حق میں فیصلہ دیدیا ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کا نام ہے وہ ایک ہی ہے جس کے لئے لاکھوں افغان مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں اس میں روشن خیال اور لبرل ازم کی پیوندکاری اسے مسخ کرنے کی ناکام مذموم کوشش ہے۔ جسے افغان مومن ملت نے سختی سے رد کردیا ہے۔

حالیہ انتخابات کے بارے میں مغربی میڈیا جو بھی کہتا ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اعلان شدہ جنگ کا حصہ ہے، افغان عوام کے لئے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انتخابات قابض قوتوں کے اہداف کے حصول کے لئے ناکام کوشش ہے، افغان عوام جانتے ہیں کہ عبداللہ عبداللہ یا اشرف غنی احمد زئی میں سے جو بھی کامیاب گردانا جائے افغانستان میں امریکی پالیسیوں کی تسلسل میں کوئی رخنہ نہیں پڑے گا اس لئے کہ یہ دونوں علانیہ طور پر امریکی مقاصد کے خدمتگار رہے ہیں۔ لہذا غاصب قوتوں اور ان کے غلاموں کے خلاف جہاد میں اور بھی تیزی آئے گی جس سے ان کی تمام امیدیں خاک میں خاک ہوجائیں گی۔ ان شاءاللہ

قاری فیض محمد سجاد شہید (رحمہ اللہ)

حیات مستعار تا حیات جاودان

تحریر: عبدالروف حکمت

تاریخ ایسی لازوال داستانوں سے بھری پڑی ہے کہ جب بھی کسی حق گو مجاہد نے حق کا علم بلند کرتے ہوئے حق کی بات کہی، جو کج کلاموں کی رعونت سے الجھا، وقت کے خداؤں سے ٹکر لیا، ان کا وجود ظلم و بربریت کے خلاف برق تپاں رہا۔ دنیا امتحان کا میدان ہے، لاتعداد مخلوقات میں مکلف مخلوق انسان ہے، انسان کو پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکام کے مطابق زندگی گزارے، تاکہ اللہ تعالی کی رضا حاصل کرے۔

احادیث نبویہ کے مطابق بہتر انسان وہ ہے جو اللہ تعالی کی مخلوق سے نیک سلوک کرے، امام بہیقی رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

الخلق عیال الله واحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله۔

لوگوں کی مثال اللہ تعالی کے کنبہ کی طرح ہے، ان میں اللہ تعالی کا محبوب وہی ہے کہ جو اس کے عیال سے اچھا سلوک کرے۔

اس حدیث کی روشنی میں جو شخص اچھا اور نیک قرار دیا گیا ہے جس کا ہر کوئی مدح کرتا ہے، اس کے اچھے اخلاق کی صفت کی جاتی ہے، کسی کو اس سے شکایت نہ ہو، یہ اللہ تعالی کا نیک اور محبوب بندہ شمار کیا جاتا ہے کیونکہ جس سے اللہ تعالی کی مخلوق راضی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی بھی اس سے راضی ہوگا۔

میرا موضوع بھی آج ایک ایسا ہی نیک اور پارسا شخص ہے جنہیں اللہ تعالی نے اس صفت سے نوازا تھا، قاری فیض محمد سجاد جہادی شخصیت اور جہادی رہنماؤں میں اعلی کردار کے حامل انسان تھے، ان کے اہل خانہ، رشتہ دار، جہاد اور مدرسے کے ساتھی، جیل اور سفر کے دوست بلکہ مخالفین سب ہی ان کے نیک برتاو اور اچھے اخلاق کے معترف ہیں، سب ان کے حسن خلق کا تذکرہ کرتے ہیں، اسلام میں حسن خلق کے حامل افراد کا بہت بڑا مقام ہے، اسلام میں معیار حسن خلق ہے، ایک حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ولاحسب کحسن الخلق۔ رواہ البہیقی۔

قاری فیض محمد سجاد:

قاری فیض محمد بن ایمانداد بن ملاعبدالوہاب ۱۳۸۵ھ بمطابق 1965ء صوبہ قندہار ضلع تختہ پل کے ملاید گاوں میں پیدا ہوئے، اچکزئی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی سے محنتی تھے، والدین کی خدمت کرتے تھے، اپنے والد محترم کے ساتھ کام کاج میں بھرپور حصہ لیتے تھے، جب شعوری زندگی میں قدم رکھا تو دینی علوم کے حصول کے لئے اپنے علاقے میں ایک عالم دین سے پڑھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ افغانستان اور پاکستان کے مختلف مدارس میں تعلیمی سفر جاری رکھا۔

پاکستان کے شہر کوئٹہ، پشاور اور لاہور کے مختلف مدارس میں علم حاصل کرتے رہے، قرآن پاک کی قرآت اور تجوید کی تعلیم لاہور میں ایک دینی مدرسے سے حاصل کی، جب کیمونزم کے خلاف جہاد کامیاب ہوا اور ملک کیمونسٹوں سے آزاد ہوا تو قاری صاحب مزید حصول علم کے لئے قندہار کے ضلع خاکریز تشریف لائے، دورہ حدیث شروع کرنے سے قبل طالبان کی اسلامی تحریک کا آغاز ہوا، وہ بھی تحریک کے سپاہی بنے، اور تعلیم کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

جہاد اور امارت اسلامیہ میں خدمات:

جب افغانستان میں کمونزم کے خلاف جہاد کا مقدس عمل شروع ہوا تو اس وقت قاری صاحب نوجوان تھے، انہوں نے قندہار کے مختلف علاقوں میں کمونسٹوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا، ان کی جہادی کارروائیوں میں قندہار اور زابل کی شاہراہ پر کیمونسٹ کمانڈر جبار کے ساتھیوں کے ساتھ معرکے کو تاریخی اہمیت حاصل ہے، اس معرکے میں مخالف سمت کے تمام

جرائم پیشہ عناصر مارے گئے، قاری صاحب نے اس معرکے میں ایک فعال اور متحرک مجاہد کے طور پر کردار ادا کیا۔

کمیونسٹی نظام کے انہدام کے بعد قاری صاحب نے ہتھیار پھینک کر قندہار کے ضلع خاکریز میں ایک بار پھر حصول علم پر توجہ مرکوز رکھی، لیکن جب جہادی تنظیموں کی جانب سے فساد عروج کو پہنچا تو طالبان نے ایک بار پھر فساد کے خلاف مسلح جہاد کے مقدس فریضہ کا آغاز کیا، قاری صاحب بھی ان محدود مجاہدین میں شامل تھے جنہوں نے قندہار کے میوند میں ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں تحریک کا آغاز کیا، انہوں نے بتدریج قندہار اور پھر پورا افغانستان کو فساد اور جرائم پیشہ عناصر سے آزاد کیا۔

قندہار میں مشہور ظالم کمانڈر صالح کے خلاف طالبان نے جنگ کا آغاز کیا، قاری صاحب اس میں شریک تھے، کمانڈر صالح فرار ہو گئے، طالبان نے علاقے کو فتح کرنے کے بعد اسی علاقے کی قیادت قاری صاحب کے سپرد کی۔ قندہار کو فتح کے بعد طالبان زابل اور غزنی صوبوں کو فتح کر گئے اور صوبہ میدان وردگ پہنچ گئے، اس دوران ملا محمد عمر مجاہد کی جانب سے قاری صاحب کو میدان وردگ جانے کا حکم ملا، وہ 32 مجاہدین کے ہمراہ وہاں گئے، اسی دوران انہوں نے نہ صرف میدان شہر اور کابل کے چہار اسیاب کی جنگوں میں حصہ لیا بلکہ کچھ عرصے کے لئے میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے گورنر بھی رہے۔

سید آباد کے مثالی گورنر:

قاری فیض محمد سنہ ۱۴۱۶ھ ق میں 8 ماہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے ضلعی گورنر کی حیثیت سے تعینات رہے، انہوں نے اس عرصے میں وہ مثالی خدمات انجام دیں جو آج تک لوگ انہیں نیک القاب سے یاد کر رہے ہیں اور ان کے اعلی کردار کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

یہ وہ مرحلہ تھا جب افغانستان بدنظمی اور انتشار کی حالت سے نکل رہا تھا، طالبان کی تحریک نئی سیاست اور حکومت کے طور پر ابھری، اس وقت تحریک میں بھی نظم کا فقدان تھا، لیکن تمام تر مشکلات کے باوجود انہوں نے سید آباد میں عدل انصاف پر مبنی نظام قائم کیا اور اداروں کو منظم اور فعال بنایا، عوام نے ان پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا، آج تک وہاں کے عوام طالبان کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہے ہیں اور ان کے حامی سمجھے جاتے ہیں۔

مولوی حیات اللہ ان کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے، انہوں نے بتایا کہ قاری صاحب نے گورنر کی حیثیت سے عدل وانصاف کا اعلی معیار قائم کیا، حزب اسلامی کے کمانڈر مسلم ان کے نیک سلوک کی وجہ سے آزادانہ طور پر علاقے میں نقل وحرکت کرتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ قاری صاحب نے کسی پر ظلم کیا ہو، کسی مخالف کو انتقام کا نشانہ بنایا ہو، کسی کی توہین کی ہو بلکہ وہ اپنے ساتھیوں کو ڈانٹ پلاتے کہ کسی پر ظلم نہ کریں اور بدتمیزی سے اجتناب کریں۔

مولوی حیات اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں اور ملا فضل باری سید آباد کے ایک معروف کمانڈر جو پہلے ہمارے مخالف تھے، کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ آپ نے مجاہدین کی گاڑی اور کچھ سامان اپنے پاس رکھا ہے، وہ ہمیں واپس کر دیں۔ جب ہم قاری صاحب کے پاس آئے، تو اس سے قبل وہ کمانڈر ان کے پاس آیا تھا، اور کہانی سنائی تھی، جب ہم پہنچے تو قاری صاحب ہم پر برس پڑے اور ہم سے کہا کہ آپ از خود ایسے غلط کام نہ کریں، آپ چھوٹے ہیں، کل مدارس سے آئے ہیں اور اللہ تعالی نے ایک اچھا موقع فراہم کیا ہے، اب نہ مجاہدین کی عزت کرتے ہو اور نہ ہی کسی بڑے کا احترام کرتے ہو، ان کے ساتھ حساب کرتے ہو، یہ پرانے مجاہدین ہیں، کمانڈر زہیں، انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، سوویت یونین کی طاغوتی قوت کو شکست سے دوچار کیا، ان کی قدر کرنی چاہیے۔ اگر ان کے پاس گاڑی ہے تو انہوں نے اپنی غیرت سے بطور مال غنیمت حاصل کی ہے، آپ کو کیا ضرورت ہے کہ از خود دوسروں سے حساب کرتے ہو۔ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

مولوی حیات اللہ کے مطابق کمانڈر مسلم جو اس وقت طالبان کے شدید مخالف تھے اور اب کرزئی حکومت میں سید آباد کے ضلعی گورنر ہیں، قاری صاحب کے نیک سلوک سے متاثر ہو کر عوام کو طالبان کی صف میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے اور ایک بار وردگ کے ضلع جلگہ میں ایک جلسے میں طالبان کے حق میں مدلل خطاب کیا۔

ملک کے ممتاز کالم نگار احسان اللہ آریزی کا سنہ ۱۳۷۷ھ ش میں ہفت روزہ شریعت میگزین نمبر بارہ میں ایک کالم شائع ہوا جس کا عنوان تھا [سید آباد کے شرعی محکمہ میں دائر کیس کی سماعت]، احسان اللہ آریزی کے والد نے سید آباد میں حاجی خلیل نامی شخص سے زمین خریدی تھی لیکن بعد میں حاجی خلیل نے تنظیمی اثر ورسوخ کی وجہ سے اسے زمین دینے سے

انکار کیا اور دس سال تک اس کی فصل خود لیتے رہے، جب قاری صاحب گورنر بنے تو احسان اللہ کے والد نے ان سے اپنی شکایت درج کرائی، قاری صاحب نے دستاویزات، شواہد اور گواہوں کی روشنی میں عدالت کے ذریعے دس سال سے غصب شدہ زمین کا حق اسے واپس دیدیا۔

یہ واقعہ کالم نگار احسان اللہ آریزئی نے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے، قاری صاحب کو ایک پرامن شخص قرار دیا گیا ہے، وہ عوام کی شکایات بڑے انہماک سے سنتے تھے، کالم نگار نے کالم کے آخر میں لکھا ہے کہ سید آباد کا ضلع طالبان کی دور حکومت میں چند سال بعد پھر منظم اور فعال ضلع کے طور پر ابھرا، اگرچہ ضلع کے مختلف محکموں اور اداروں کے دفاتر میں میزیں، کرسیاں اور فرنیچر کا سامان موجود نہیں تھا لیکن تقوی کا اعلی معیار قائم تھا، میں نے اپنے کیس کی سماعت کے لئے ہر بار آتے ہوئے سیکڑوں لوگوں کو دیکھا اور کسی سے یہ بات نہیں سنی کہ مجھ سے رشوت لی گئی، رشوت اور بدعنوانی کا خاتمہ ہوا، فیصلے عدل وانصاف پر ہوتے رہے اور عوام کو انصاف ملا۔

جہادی مدرسے کے مہتمم:

آٹھ ماہ تک گورنر کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کے بعد عالی قدر امیر المومنین نے انہیں قندھار طلب کرلیا، مولوی حیات اللہ عینی شاہد کے طور پر کہتا ہے کہ جس دن قاری صاحب سید آباد سے روانہ ہوئے تو اسی دن وہاں کے بوڑھے اور قومی عمائدین رو رہے تھے، وہ کچھ عرصہ قندھار کے باغ پل علاقے میں مدرسہ مظہر العلوم کے سرپرست رہے اور جب قندھار کا بڑا جہادی مدرسہ قائم ہوا تو انہیں اس مدرسے کا مہتمم مقرر کردیا گیا جہاں آپ امریکی یلغار تک چار سال مسلسل خدمات انجام دیتے رہے۔

قندھار کا جہادی مدرسہ ایک تعلیمی اور جہادی ادارہ تھا جس میں وہ طالبان رہائش پذیر تھے جو عام حالت میں دینی تعلیم حاصل کرتے تھے جبکہ ضرورت کے وقت جنگ کے محاذ پر بھیجے جاتے تھے۔ قاری صاحب اس مدرسے کے مہتمم تھے۔ وہ مدرسے کا اہتمام سنبھالنے کے ساتھ ساتھ عملی جہاد میں بھی حصہ لیتے تھے، وہ کابل کی شمالی طرف کے علاوہ قندوز، تخار اور سمنگان میں اپنے مدرسے کے طالبان مجاہدین کے ہمراہ جہادی خدمات اور فریضہ جہاد کے امور انجام دے چکے ہیں۔

قندھار میں جہادی مدرسہ اور دیگر مدارس کی ذمہ داریاں اور جہادی مصروفیات ایک مشکل کام تھا لیکن قاری صاحب نے احسن طریقے سے یہ ذمہ داریاں نبھائیں، انہوں نے اخلاص، تقوی اور حسن تعامل کی بناء پر چار سال تک مسلسل مدرسے میں ڈھائی ہزار طالبان کی رہنمائی نہایت اچھے انداز سے کرتے رہے، مدرسے کا نظم مثالی بنایا گیا تھا، نظم وضبط کے ایک اچھے ماحول کو پروان چڑھایا تھا، ہزاروں طالبان نے ان سے تربیت حاصل کی۔

جہادی مدرسے کا اہتمام سنبھالنے کے علاوہ امیر المومنین کے ساتھ بھی ان کے قریبی روابط اور تعلقات تھے، امیر المومنین ان پر اعتماد کا اظہار کرتے تھے، وہ ان کے قریبی ساتھیوں میں سے شمار ہوتے تھے، وہ اعلی استعداد کے مالک تھے، اللہ تعالی نے انہیں بیش بہا صلاحیتوں سے نوازا تھا، ملا خلیل احمد کہتے ہیں کہ اکثر اوقات ملا محمد عمر مدرسہ تشریف لاکر قاری صاحب کو اپنے ساتھ گاڑی میں لے جاتے تھے اور مغرب کی نماز کے فورا بعد واپس مدرسہ پہنچادیتے جو امیر المومنین کے ساتھ ان کے اچھے روابط اور تعلقات کا واضح ثبوت ہے۔

قاری صاحب نیک اور پارسا انسان تھے، وہ دیندار اور عبادت گزار عالم تھے، وہ مجاہد تھے، طریقت سے بھی وابستہ تھے، تبلیغ سے بھی لگاؤ تھا، وہ سہ روزہ پر بھی جاتے تھے، اور کبھی کبھی دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں چار ماہ کے لئے بھی جاتے تھے، وہ حضر اور سفر میں کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، قاری صاحب کہتے تھے کہ اسلام کے تمام شعبوں میں ہمیں عملی طور پر کام کرنا چاہیے، اسلام کو صرف جہاد اور علم تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ تمام شعبوں کو اہم سمجھ کر ہمیں خدمت کرنی چاہیے۔ قاری صاحب نہایت متقی انسان تھے، دنیا کی پر تعیش زندگی سے وہ کوسوں دور تھے، وہ نفلی روزے رکھتے تھے، جب وہ جہادی مدرسے سے جہادی سفر کرتے تھے تو امارت کی جانب سے انہیں کئیں گاڑیاں دی جاتی تھیں لیکن جب وہ واپس لوٹ جاتے تو گاڑیوں کو متعلقہ محکموں کے حوالے کرتے، وہ امین اور دیانتدار تھے۔ اپنی ضرورت کے لئے بھی گاڑی نہیں رکھتے تھے، مدرسہ میں ایک عام طالب جیسے سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

شمال کا گھیراؤ اور قید کی صعوبتیں:

جب امریکہ افغانستان پر حملہ کر رہا تھا اس وقت قاری صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے شمالی افغانستان صوبہ تخار میں جہادی فریضہ انجام دے رہے تھے، امریکہ نے افغانستان پر یلغار کی، وہ اپنے ہزاروں سمیت قندوز میں محصور ہوگئے، پھر جب جنرل دوستم کے ساتھ معاہدہ ہوا جس میں طالبان کو قندہار تک رسائی کی ضمانت دے دی گئی لیکن دوستم نے تاریخی غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے پہلے طالبان کو غیر مسلح کر دیا پھر انہیں کنٹینروں میں ڈال کر بلخ اور شبرغان کی جانب لے گئے، قاری صاحب بھی ان میں شامل تھے جو قندوز سے شبرغان تک کنٹینر میں لے جانے کے باوجود زندہ رہ گئے، پھر انہیں شبرغان کی جیل میں ڈال دیا گیا، جب دوستم کے جرائم پیشہ اور سی آئی اے کے اہلکاروں نے شبرغان جیل میں طالبان کے سرکردہ رہنماؤں کی تلاش شروع کی تو قاری صاحب کی شناخت بھی سرکردہ رہنما کے طور پر ہوئی اس لئے انہیں پہلے قندہار کی جیل اور پھر کیوبا کے بدنام زمانہ جیل میں قیدی بنالیا گیا۔

گوانتانامو بے میں ڈیڑھ سال کا عرصہ گزارنے کے بعد دوسرے قیدیوں کے ساتھ انہیں بھی رہائی ملی، وہاں دوران حراست انہوں نے قرآن پاک کے بیس پارے بھی حفظ کر لئے، جبکہ باقی دس پارے رہائی کے بعد حفظ کر لئے اور یوں وہ قرآن پاک کے حافظ بنے۔

امریکہ کے خلاف جہاد اور شہادت:

گوانتانامو بے سے رہائی کے بعد ایک بار پھر امریکہ کے خلاف مسلح جہاد کا راستہ اپنایا، امریکی یلغار کے تین سال بعد جہادی مدرسے کے پرانے ساتھیوں کے ہمراہ قندہار کے ضلع معروف میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا پھر ارغسان، شاولیکوٹ اور میانشین اضلاع تک جہادی کارروائیوں کو وسعت دی، اسی دوران انہوں نے جنوب کے لئے عسکری کمیشن کے سربراہ کے طور پر گرانقدر خدمات انجام دیں، اور عسکری کارروائیوں میں نظم وضبط پیدا کر دیا۔

قندہار کے مذکورہ اضلاع میں انہوں نے ایک مشہور جہادی کمانڈر، رہنما اور رہبر کی حیثیت سے نہایت گران قدر خدمات انجام دیں، مجاہدین کی صفوں کو از سر نو منظم کر دیا اور بڑی تعداد میں مجاہدین کو دوبارہ جہاد اور مزاحمتی تحریک میں سرگرم کرنے میں اہم کردار ادا کیا، شاولیکوٹ میں دو سال تک خدمت انجام دینے کے بعد قیادت کی جانب سے صوبہ روزگان میں عسکری کارروائیوں کے نگران تعینات ہوئے، انہوں نے روزگان میں تمام علاقوں کا دورہ کیا، جہادی کارروائیوں میں نظم ونسق پیدا کر کے مجاہدین کو پھر سے فعال کر دیا، اسی سلسلے میں سنہ ۱۴۲۸ھ ق ماہ رجب کی گیارہویں رات بدھ کی شام جام شہادت نوش کر گئے، وہ روزگان ضلع روزگان کے شمالی تاوہ علاقے میں مغرب کی نماز کے بعد ساتھیوں سے خطاب کر رہے تھے کہ دشمن کا فضائی حملہ ہوا جس میں وہ شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

وہ سوگواران میں پانچ بیٹے چھوڑ گئے، جن کے نام محمد، احمد، حسن، عبدالرحمن اور سعد ہیں، سعد ان کی شہادت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوا، انہوں نے ٹیلیفون کے ذریعے اپنے اہلخانہ کو اطلاع دی کہ نومود بچے کا نام سعد رکھا جائے، لیکن وہ دنیا میں لخت جگر کو نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ اسی جہادی سفر ہی میں شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ روز محشر انہیں جنت الفردوس میں اس کی ملاقات نصیب فرمائے۔

قاری فیض محمد سجاد کی شخصیت:

قاری صاحب اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے درمیان غیر متنازع شخص تھے، میں نے آج تک ان کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں سنی ہے جو ان کی شخصیت پر اثرانداز ہو، ان کے تمام ساتھی ان کی اچھی شخصیت، نیک سلوک اور دیانت کی صفات بیان کر رہے ہیں۔

مولوی حیات اللہ ان کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ قاری صاحب نیک اور پارسا انسان تھے، وہ دیندار اور عبادت گزار عالم تھے، وہ مجاہد تھے، طریقت سے بھی وابستہ تھے، تبلیغ سے بھی لگاؤ تھا، وہ سہ روزہ پر بھی جاتے تھے، اور کبھی کبھی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں چار ماہ کے لئے بھی جاتے تھے، وہ حضر اور سفر میں کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، قاری صاحب کہتے تھے کہ اسلام کے تمام شعبوں میں ہمیں عملی طور پر کام کرنا چاہیے، اسلام کو صرف جہاد اور علم تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ تمام شعبوں کو اہم سمجھ کر ہمیں خدمت کرنی چاہیے۔

مولوی حیات اللہ کا مزید کہنا ہے کہ قاری صاحب نہایت متقی انسان تھے، دنیا کی پر تعیش زندگی سے وہ کوسوں دور تھے، وہ نفلی روزے رکھتے

تھے، جب وہ جہادی مدرسے سے جہادی سفر کرتے تھے تو امارت کی جانب سے انہیں کئیں گاڑیاں دی جاتی تھیں لیکن جب وہ واپس لوٹ جاتے تو گاڑیوں کو متعلقہ محکموں کے حوالے کرتے، وہ امین اور دیانتدار تھے۔ اپنی ضرورت کے لئے بھی گاڑی نہیں رکھتے تھے، مدرسہ میں ایک عام طالب جیسے سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امارت اسلامی کی حکومت میں ہرات کے سابق گورنر مولوی احمد اللہ مطیع کا کہنا ہے کہ قاری صاحب اللہ تعالی سے نہایت ڈرتے تھے، وہ دیانتدار انسان تھے، وہ تحمل مزاج، محنت کش اور بااستعداد عالم تھے بلکہ سچ یہ ہے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔

ملا خلیل احمد کہتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم گاڑی میں سفر کرتے تھے تو وہ سریلی آواز میں قران پاک کی تلاوت کرتے تھے جس سے ہم بھی محظوظ ہوتے تھے، اور حضر میں بھی وہ قران پاک کی تلاوت کے پابند تھے۔

مولوی حیات اللہ جو امریکہ کے خلاف جہاد کے دوران قاری صاحب کے ساتھ قریب رہے کا کہنا ہے کہ قاری صاحب جہادی زندگی میں ایک خاص پروگرام رکھتے تھے، وہ ساتھیوں کو فضول باتوں سے منع کرتے تھے، دن میں تین بار وعظ اور بیان کرتے تھے، وہ ساتھیوں کی تربیت پر خاص توجہ رکھتے تھے، صبح اور شام کے اذکار کو ساتھیوں سے یاد کراتے، جب مجاہدین کسی بلند مقام پر چڑھتے تو وہ بلند آواز سے کہتے کہ اللہ اکبر پڑھیں اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کا ورد کرتے تھے۔ اسی طرح روٹی سے قبل اور بعد، سونے سے قبل اور ہر قسم اذکار نہایت اہتمام سے کرتے تھے، وہ ساتھیوں کو بھی ذکر واذکار کا اہتمام کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ طالبان پر زور دیتے تھے کہ علم تجوید حاصل کریں، نماز صحیح طریقے سے پڑھنے کی دعوت دیتے تھے۔ ساتھیوں کو آداب سکھاتے تھے، آداب مجلس، آداب روٹی، بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ معاملات اور آداب سکھاتے تھے، مسنون اذکار، حسن خلق، آداب کے پابند انسان تھے اور ساتھیوں کو بھی اس حوالے متوجہ کرتے تھے۔

قاری صاحب کا یہ اصلاحی پروگرام ایک موثر طریقہ تھا، وہ نرم خو انسان تھے، سلیقے سے ساتھیوں کو سمجھاتے تھے، ایک شفیق رہنما تھے، وہ نصیحت کرتے تھے تو تمام ساتھی توجہ سے سنتے تھے، کوئی ساتھی اسے بوجھ نہیں سمجھتا تھا، بہت سارے علماء اور مدرسین جو علم اور عمر میں ان سے بڑے تھے ان سے استفادہ کرتے تھے، ان کی رفاقت پر فخر کرتے تھے، کیونکہ قاری صاحب کی رفاقت میں صرف جہاد کا عمل نہیں تھا بلکہ ایک اصلاحی پروگرام شامل تھا، ان کے ساتھی تربیت یافتہ اور ممتاز تھے۔

ان کے ساتھیوں کی تعداد بھی زیادہ تھی، ہر ایک ساتھی سے نام، اہلخانہ کے افراد کے نام، اس کی ذاتی زندگی سے متعلق پوچھتے تھے، جب کوئی نیا ساتھی ان کے پاس آتا تھا تو مشفق کی طرح اس کی دلجوئی کرتے تھے، اس کی خیریت دریافت کرتے تھے، آج کل ساتھیوں میں ایسا اہتمام کم دیکھنے کو مل رہا ہے۔ مولوی حیات اللہ قاری صاحب کی زندگی اور شخصیت کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں، ہمارے صفحات کم ہیں اس لئے اس پر اکتفا کریں گے کہ وہ نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق جہاد میں اعمال اور عبادات کا اہتمام کرتے تھے، وہ سنت طریقے کے مطابق جہاد کرتے تھے، جب وہ ہتھیار خریدنے کے لئے قیادت کو خط لکھتے اور رقم کا مطالبہ کرتے تو اس میں مسواک کی رقم بھی لکھتے تھے، وہ ساتھیوں پر مسواک تقسیم کرتے تھے تاکہ مجاہدین اس مسنون عمل سے محروم نہ رہے۔ آپ یقین کریں کہ میں نے جب قاری فیض محمد سجاد کی شخصیت کے حوالے سے ان کے ساتھیوں کی باتیں سنیں تو غیر اختیار طور پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ گئے، کالم نگاری کے عرصے کے دوران میں پہلی بار آبدیدہ ہوا، سبحان اللہ، اس پر فتن دور میں دیانت کی ایسی مثال قائم کرنا کہ سخت دل پر بھی اثر کرکے آنکھوں سے آنسو بہہ جائے۔ پھر میں نے یہ کہا کہ

این سعادت بہ زور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اور تمام مجاہدین پر رحم فرما کر اخلاص، دیانت اور صبر نصیب فرمائے، تاکہ ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔

رحمه الله تعالى

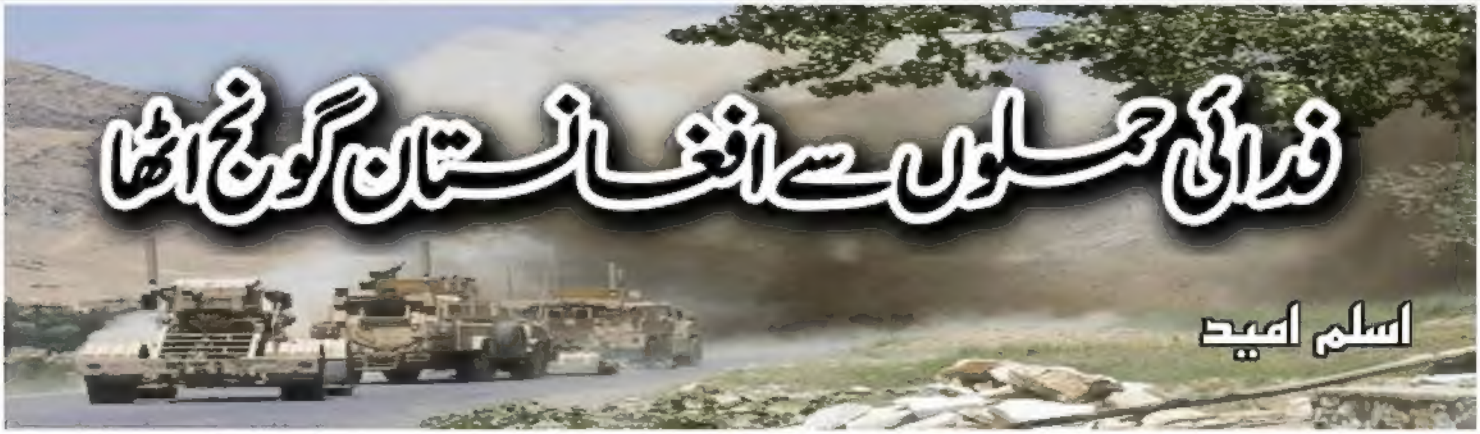

فدائی حملوں سے افغانستان گونج اٹھا

اسلم امید

معمول کے خلاف ابھی پہاڑ سفید برف میں ڈھکے پڑے تھے اور سردیوں کا موسم ابھی تک اپنی جولانیاں دکھا رہا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 20 مارچ کو مشرقی علاقوں کے سب سے بڑے شہر جلال آباد کے قلب میں گورنر ہاؤس کی عمارت اور پہلے پولیس اسٹیشن پر چار فدائی مجاہدین نے انتہائی حیران کن حملہ کیا۔ کامیاب حملے نے صلیبیوں اور ان کے حواریوں پر خوف و دہشت طاری کر دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حملے کی منصوبہ بندی پوری فوجی مہارت اور باریک بینی سے کی گئی تھی۔ خبری ذرائع ابلاغ کے مطابق یہ حملہ صبح پانچ بجے کے وقت ہوا اور پانچ گھنٹے تک فدائی مجاہدین کی کامیاب لڑائی کے بعد فدائی مجاہدین کی شہادت کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

محترم ذبیح اللہ مجاہد کی جانب سے ذرائع ابلاغ کو دی گئی رپورٹ میں اس حملے کے متعلق لکھا گیا تھا۔ حملے کے آغاز میں فدائی مجاہد عبداللہ قندھاری نے بارود سے بھرے مزدا ٹرک کو پولیس اسٹیشن کی عمارت سے ٹکرا دیا۔ جس کے فوراً بعد ہلکے اور بھاری اسلحوں سے مسلح تین مجاہدین عبدالرحمان (ننگرہار)، محمد ایوب (کابل) اور رحیم اللہ (لوگر) تیسری منزل پر پہنچ گئے اور ایک ساتھ گورنر ہاؤس اور گورنر گیسٹ ہاؤس پر فائرنگ شروع کر دی اور کم وقت میں بہت سے پولیس اہلکاروں اور حکومتی کارندوں کو ہلاک کر دیا۔ معاون پولیس دستے یا موبائل پولیس فورس نے جب مدد کے لیے آگے بڑھ کر حملے کی جگہ پر آنے کی کوشش کی تو جلال آباد بلدیہ آفس کی عمارت کے قریب پشتونستان واٹ اور گیسٹ ہاؤس کے سامنے بھاری بم دھماکے کیے گئے۔ یہ بم منصوبے کے مطابق پہلے سے یہاں رکھے گئے تھے پلان کے مطابق ان بموں کا مقصد مدد کے لیے آنے والی عسکری امداد کا راستہ روکنا تھا۔ ان دھماکوں سے پولیس فورس میں اور زیادہ نقصانات ہونے لگے۔ جس سے دشمن پھر پسپا ہو گیا۔ یہ جنگ پانچ گھنٹے جاری رہی اور پانچ گھنٹے کی مسلسل لڑائی کے بعد تینوں مجاہدین کی شہادت کے ساتھ یہ لڑائی ختم ہوئی۔ مجاہدین کی جانب سے ملنے والی ابتدائی معلومات یہ ہیں کہ پولیس اسٹیشن اور موبائل پولیس فورس کے افسران سمیت 29 اہلکار ہلاک اور 43 ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح بہت سی سرکاری عمارتوں کو بھی نقصان پہنچا۔

جلال آباد میں حملے کے اہداف سے ابھی دھواں اٹھ رہا تھا کہ دارالحکومت کابل میں رات 9 بجے سرینا ہوٹل پر چند غازیوں نے ایک کامیاب حملہ کر کے بہت سے غیر ملکیوں اور ان کے ملکی غلاموں کو ہلاک اور زخمی کر دیا۔

یاد رہے سرینا ہوٹل صدارتی محل کی ناک کے نیچے واقع ہے۔ جس میں بیرونی فوجیوں کے بلند رتبہ اور کم رتبہ افسران عیاشیوں اور مستیوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ صدارتی محل کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے یہ ہوٹل غیر ملکیوں کے لیے نسبتاً محفوظ اور تفریح کی بہترین جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ غیر ملکیوں کو اس کی سیکیورٹی پر کافی اطمینان تھا مگر مجاہدین کے حملے نے یہ بتا دیا کہ خارجیوں اور ان کے غلاموں کے لیے کوئی ٹھکانہ بھی محفوظ نہیں۔ مجاہدین کے فولادی عزم کے سامنے تمام سیکیورٹی تدابیر، منصوبے اور چیک پوسٹیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ سرینا کے حملے میں بڑی تعداد میں خارجی اور داخلی مزدوروں کو ہلاکتیں اٹھانی پڑی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کابل انتظامیہ کی ساری مشینری فیل ہو گئی ہے۔ مجاہدین کے حملوں کا مقابلہ ان کے بس میں نہیں رہا۔ اور لگتا ہے بیرونی فوجی بھی قدم جمانے کے بجائے بھاگ جانے کی فکر میں ہیں۔

خاص طور پر تغاب میں دشمن کی کانوائے پر بڑے دھماکے، صوبہ خوست ضلع علیشیر میں کیمپین پر حملہ، کنڑ کے مرکز اسعد آباد میں پولیس پر حملہ۔ ان حملوں نے دشمن کو بڑے بھاری نقصان پہنچائے۔ اس کے علاوہ کابل کے چھٹے زون کے

قریب کارتہ سیہ میں عیسائیت کی دعوت دے کر افغان عوام کے درمیان ارتداد کی کوششیں کرنے والے چرچ پر بھی حملہ کیا گیا۔ جو امریکی سفارت خانے کی ہدایت پر افغانوں کو مرتد بنانے کی کوششیں کر رہا تھا۔

پہلے چرچ کی عمارت سے فدائی مجاہد محمد زمان (پکتیا) نے بارودی مواد سے بھری گاڑی ٹکرادی۔ فدائی مجاہدین ذبیح اللہ (میدان وردگ) محمد اسماعیل (لوگر) اور عبید اللہ (قندوز) اپنے ہلکے اور بھاری اسلحے کے ساتھ عمارت میں داخل ہوگئے۔ اور وہاں جمع غیر ملکیوں پر اللہ اکبر کے ملکوتی نعرے کے ساتھ حملے کا آغاز کر دیا۔ جس سے بہت سے خارجی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اسی طرح نویں پولیس اسٹیشن سے متعلق پکیتا کوٹ کے علاقے میں حالیہ انتخابات کے عمومی دفتر پر حملہ ہوا۔ زابل سے تعلق رکھنے والے تین مجاہدین محمد قاسم، حافظ قدرت اللہ اور محمد اقبال کی جانب سے حملے میں کمیشن کا سارا ریکارڈ، ڈپو اور وہاں موجود منقولہ وسائل سب آگ کی نذر ہوگئے اور بڑی تعداد میں کمیشن کے ملازمین ہلاک ہوگئے۔

گنتی کے ان چند حملوں میں دشمن کو یاد دلانے کی کوشش کی گئی کہ امریکا اور ناٹو اب مکمل طور پر ناکام ہوچکے ہیں۔ وہ جن عزائم کو لے کر آئے تھے وہ حاصل نہ کرسکے۔ گذشتہ بارہ سالہ جہاد کی برکت سے آزادی کی صبح طلوع ہونے والی ہے۔ استعمار اپنی پوری قوت کے باوجود افغانوں کو اپنا غلام نہ بنا سکا۔

عسکری ماہرین کے مطابق: آئندہ گرمیوں میں بھی اگر مجاہدین نے اپنے حملوں کا سلسلہ یوں ہی جاری رکھا جیسا کہ اس مختصر سے عرصے میں دیکھا گیا تو یہ بات یقینی ہے کہ بیرونی فوجی انخلا پر مجبور ہوجائیں گے اور کابل انتظامیہ گرادی جائے گی۔ لیکن یہ تو مستقبل بتائے گا کہ مجاہدین اپنے حملے جاری رکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوں گے۔ اس حوالے سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ مجاہدین اس بات کے لیے ذہنا تیار رہیں کہ ان کی آئندہ کامیابی ان کی کارروائیوں پر منحصر رہے گی۔ اگر یہ لوگ دشمن کے گرد دائرہ حیات تنگ کرنے میں کامیاب رہے تو امید ہے اللہ تعالیٰ افغانستان کو اس رواں حالت سے نجات دلادے گا۔

بقیہ از: افغانستان مارچ 2014 میں

18 مارچ بروز منگل کابل انتظامیہ نے جعلی انتخابات کے ڈرامائی سلسلے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اس کے نتیجے میں اپنے مطلوبہ شخص کو اقتدار دلانے کی ذمہ داری یوناما کو دی۔

آزاد ہونے والے فوجی اور شرمناک پروپیگنڈا:

مارچ کے مہینے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کنڑ کے ایک صوبے میں حملہ کر کے کم از کم 22 فوجیوں کو ہلاک اور کچھ فوجیوں کو زندہ گرفتار کر لیا۔ ان گرفتار ہونے والے فوجیوں میں سے 2 کو بعد ازاں جمعہ کے روز 14 مارچ کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ کبھی بھی دشمن کے لیے کام نہیں کریں گے۔ لیکن دشمن نے انتہائی بے شرمی سے دعوی کیا کہ ہم نے ان افراد کو دشمن کی صفوں سے رہا کروایا تھا۔ بعد ازاں ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے مذکورہ فوجیوں نے کہا کہ انہیں کابل انتظامیہ کے ساتھ آئندہ کام نہ کرنے کی شرط پر رہا گیا ہے۔

جیل سے مجاہدین کی رہائی کا تیکنیکی حربہ:

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک خاص تیکنیک کا استعمال کرتے ہوئے اپنے قیدی ساتھیوں کی رہائی میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔ جیسا کہ اس سے قبل بھی کئی بار مجاہدین اپنے ساتھیوں کی رہائی میں کامیاب ہوچکے ہیں۔

جعلی انتخابات اور عالمی مبصرین کا فرار:

جارحیت پسندوں نے اپنی جارحیت کو قانونی جواز بخشنے کے لیے کئی بار ڈرامائی انتخابات رچائے ہیں۔ جن کا ایک سلسلہ حال ہی میں اختتام کو پہنچا۔ امارت اسلامیہ انتخابات کے اس سلسلے کو دشمن کے جارحانہ عزائم کا تسلسل سمجھتی ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ نے افغان عوام سے مطالبہ کیا کہ اس کی ہر طرح سے مخالفت کریں۔ امارت اسلامیہ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ انتخابات کے دفاتر اور مراکز کو نشانہ بنایا جائے۔ اس سلسلے میں کچھ حملوں میں اب تک دشمن کے درجنوں اہلکار ہلاک اور زخمی ہوچکے ہیں۔ اور بے شمار لوگوں نے انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے۔

22 مارچ کو ذرائع ابلاغ نے بتایا کہ کابل سرینا ہوٹل پر حملے کے بعد کئی بیرونی مبصرین اور نگران کابل سے فرار ہوچکے ہیں۔

مجاہدین کے پے در پے حملوں سے نہ صرف یہ کہ بیرونی نگران فرار ہوئے بلکہ 30 مارچ کو ایک پریس کانفرنس میں کابل انتظامیہ نے اعتراف کیا کہ سیکیورٹی مشکلات کے باعث 800 مراکز میں انتخابات کا انعقاد ممکن نہیں۔ یہ 800 مراکز ایسے حالات میں بند کیے جا رہے ہیں جب 50 سے زائد ممالک نے انتخابات کی سیکیورٹی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ اور تمام کٹھ پتلی فوجیوں کی بھی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ انتخابی مراکز کی حفاظت کریں۔ ان کوششوں کے باوجود دشمن انتخابی مراکز اور الیکشن عملے کی حفاظت میں ناکام رہا ہے۔

برما: ظالمانہ حکومتی اقدامات

حسن زوی

وحشی بدھ حکومت اور بدھ عوام کی جانب سے برما کے مسلمانوں پر گذشتہ 2 سالوں سے بڑے بڑے مظالم کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں اب تک 3 لاکھ سے زیادہ مسلمانوں نے پڑوس کے مسلمان ممالک کی جانب ہجرت کی ہے جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان اپنے ملک میں بے گھر ہوئے ہیں۔ خواتین اور بچوں سمیت 50 ہزار مسلمان شہید ہوگئے ہیں۔ 10 ہزار سے زیادہ زندہ غائب ہوگئے ہیں۔ ہزاروں خواتین کی عصمتیں لوٹی گئیں ہیں۔ سینکڑوں مدارس اور مساجد کو مسمار کردیا گیا ہے اور مسلمانوں کی پوری کی پوری بستیاں آگ کے شعلوں کی نذر ہوگئیں۔

ظلم اور وحشت کے ان دو سالوں میں اور اس سے قبل 1785 میں بودھوں نے مسلمانوں کے آزاد اسلامی ملک اراکان پر قبضہ اور پھر پورے برما میں مسلمانوں پر آج تک جتنے مظالم ڈھائے ہیں گذشتہ دو برسوں کے دوران میں اس حوالے سے وقتاً فوقتاً تفصیلی طور پر لکھ چکا ہوں اور تکرار سے کئی بار ان سب مظالم کی کہانی دہرا چکا ہوں۔ اس لیے اب ایک بار پھر یہ سب دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں ملک میں حکومتی سطح پر مسلمانوں کے خلاف نئے ظالمانہ اقدام کے خلاف چند سطور تحریر کروں۔

برما کے مظلوم مسلمانوں کے خلاف بدھ حکومت کا نیا ظالمانہ اقدام یہ ہے کہ یہاں اس ملک میں 30 مارچ سے لے کر 10 اپریل تک برما کے شہریوں کی کل تعداد معلوم کرنے کے حوالے سے ہونے والی مردم شماری میں صدیوں سے یہاں آباد مسلمانوں کو مردم شماری سے باہر رکھا گیا اور اس ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے انہیں تسلیم نہیں کیا گیا۔

برما سے چھپنے والے جریدے "ایراوادی" نے اس سلسلے میں اپنی ایک تازہ رپورٹ میں کہا ہے کہ مردم شماری مکمل ہونے سے قبل ہی برما کی وزارت داخلہ نے اعلان کیا تھا کہ 30 سال بعد نئی مردم شماری میں ملک میں رہنے والے روہنگیا مسلمانوں میں سے ایک فرد کو بھی اس مردم شماری میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ وہ برما کے اصل شہری نہیں بلکہ اصلاً یہ لوگ بنگالی ہیں۔ مردم شماری کے بعد حکومتی پالیسی کے مطابق بنگالیوں کو برما میں رہنے کی اجازت نہیں دی جارہی بلکہ سب کو بنگلہ دیش کی جانب بھگادیا جائے گا"۔

رپورٹ میں اس سے قبل آچکا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کو مردم شماری میں شامل نہ کرنے اور بنگلہ دیش کی جانب دھکیلنے کے اس حکومتی اعلان پر بنگلہ دیش نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا۔ حالانکہ ایک ماہ قبل بنگلہ دیشی وزیر اعظم حسینہ واجد نے برما کے دورے میں اس ملک کے اعلیٰ حکام سے ملاقاتوں میں روہنگیا مسلمانوں کی مشکلات کی بات اٹھائی اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے عالمی ادارے اور علاقائی تنظیموں نے برما حکومت سے مطالبہ کیا کہ صدیوں سے یہاں رہنے والے مسلمانوں کو برما کی شہریت میں شامل کیا جائے۔ وہ جو اس ملک کے قانونی شہری ہیں حکومت ان کا یہ حق تسلیم کرلے اور شہریت کے حق سے محروم نہ کرے۔ مگر برما حکومت نے انتہائی ہٹ دھرمی سے اس مطالبے کو مسترد کردیا۔ اور اعلان کیا کہ حالیہ سروے کے بعد یہاں کے شہریوں کو الیکٹرک کارڈ جاری کیے جائیں گے، حکومت کا ارادہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو یہ کارڈ جاری نہیں کیے جائیں گے۔ اس پروگرام کے بعد تمام روہنگیا مسلمانوں کو ملک بدر کردیا جائے گا۔ یا عالمی اداروں کی جانب سے بنائے گئے کیمپوں میں جمع کر کرکے قید کردیا جائے گا۔

مسلمانوں کو ملک سے نکالنے کے لیے برما حکومت نے تیاری مکمل کرلی ہے۔ حکومت نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ مردم شماری یا سروے کے تمام دنوں میں مسلمانوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا اور کسی ایک مسلمان کو بھی گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ ہوگی تاکہ

سروے کے عمل میں کوئی مشکل پیدا نہ ہو۔

جنوبی ایشیا کے انسانی حقوق کے ادارے "فورٹی فائیٔ رائٹس" نے اپنی ایک رپورٹ میں برما حکومت کے حالیہ اقدام پر اپنی تشویش ظاہر کی اور بہت واضح الفاظ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ جاری مردم شماری برما کے مظلوم مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی سازش ہے۔ ادارے کے سربراہ "میتو اسمت" نے کہاہے کہ " سروے اور کارڈ کا اجراء مسلمانوں کے خلاف نسلی اور مذہب تعصب کی بنیاد پر قائم ایک خطرناک منصوبہ ہے۔ دنیا کو انسانیت کے خلاف اس بڑے اقدام پر کے مخالفت کرنی چاہیے"۔

انہوں نے مزید کہاکہ حکومتی منصوبے کے مطابق برماکے شہریوں کو گلابی رنگ کے الیکٹرونک کارڈ دیے جائیں گے۔ یہ کارڈ جس کے پاس ہوگا وہ ملک کے ہر حصے کی جانب سفر کرسکتا ہے۔ اور بیرون ملک جانے کے لیے بھی پاسپورٹ کا حصول اس کارڈ کے ذریعے کیا جائے گا۔ جس کے پاس یہ کارڈ نہ ہو وہ نہ تو ملک کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکتا ہے اور نہ ملک سے باہر جانے کے لیے پاسپورٹ کا حصول ان کے لیے ممکن ہوگا۔ انسانی حقوق کے اس ادارے کا کہنا ہے کہ برما حکومت کی جانب سے سروے اور پھر کارڈز کا اجراء روہنگیا مسلمانوں کے خلاف وہ بڑا متعصبانہ اقدام ہے جس کا مقصد یہاں سے مسلمانوں کا مکمل خاتمہ ہے۔

برما حکومت نے اس سے قبل 1982 میں بھی ایک مردم شماری کی تھی۔ وہ سروے کسی مذہبی یا نسلی بنیاد پر نہیں تھا مگر پھر بھی وہاں کے مسلمانوں کو اس سروے میں شریک نہیں کیا گیا اور نہ انہیں برابر کا شہری تسلیم کیا گیا مگر اس کے باوجود مسلمان وہاں آباد تھے۔ حکومت نے مسلمانوں کے انخلاء کا اعلان نہیں کیا۔ بدقسمتی سے اس بار حکومت نے سروے کی تکمیل سے قبل ہی مسلمانوں کو یہاں کی شہریت دینے انکار کردیا اور ان کے انخلاء فیصلہ بھی کردیا۔

اب اقوام متحدہ نے اعتراف کیا ہے کہ پوری دنیا میں برما کے مسلمان وہ اقلیت ہیں جو دنیا کی ہر اقلیت سے زیادہ مظالم کا شکار ہیں۔ برطانیہ نے برما حکومت کے حالیہ فیصلے کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ برما حکومت کو عالمی اصولوں کے مطابق ایسا سروے کرنا چاہیے جس میں برما میں رہنے والے ہر مذہب، نسل اور زبان کے لوگوں کو شمولیت کا حق دیا جائے۔ اقوام متحدہ سمیت انسانی حقوق کی بہت سی عالمی تنظیموں نے برما حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ صدیوں سے یہاں رہنے والے مسلمانوں کو سروے میں شامل کیا جائے اور انہیں بھی نئے الیکٹرانک کارڈ جاری کیے جائیں۔ مگر برما حکومت کو نہ تو کسی کے احتجاج کی پروا ہے نہ کسی کے مطالبے پر کان دھرنے کا خیال۔ کیوں کہ برما حکومت دنیا کا نبض جانتی ہے، اسے معلوم ہے کہ مسلمانوں کے متعلق دنیا کیا چاہتی ہے؟

کسی اسلامی ملک میں کچھ تھوڑے سے لوگوں پر ظلم کا کوئی چھوٹا واقعہ رونما ہو جائے تو انسانیت کے ٹھیکیدار امریکا اور مغرب سب متحد ہو جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ سے منظوری لیتے ہیں اور گنتی کے چند انسانوں کی خبر گیری کے لیے اس ملک پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ حکومت گرادیتے ہیں، آباد شہروں اور دیہاتوں کو ملبوں کا ڈھیر بنادیا جاتا ہے۔ اور لاکھوں بے گناہ انسانوں کا قتل عام کردیا جاتا ہے۔ مگر انسانیت کے ان عظیم خیر خواہوں نے برما کے اس سانحے پر گذشتہ 2 سال سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ نہ وحشی بدھ عوام کو سزا کے قابل سمجھا جارہا ہے اور نہ ظالم حکومت کے خلاف کسی چھوٹے سے اقدام کی زحمت گوارہ کی جارہی ہے۔ یہ سب کچھ برما حکومت کو پیغام ہے کہ برما کے مسلمانوں کے خلاف ہر ظلم اور وحشت میں انہیں نہ صرف یہ کہ مکمل آزادی ہے بلکہ امریکا اور مغرب سب اس کی پشت پر ہیں۔

یہ بات یقینی ہے کہ برما حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف حالیہ بے انتہا ظالمانہ اور وحشیانہ فیصلہ امریکا اور مغرب کے اشارے پر نہیں ان کے حکم سے کیا گیا ہے۔ جب تک اس انسانیت سوز ظالمانہ اقدام کے خلاف حقیقی اقدامات نہیں کیے جاتے، مذمت کے یہ چند الفاظ یا پریشانی کا اظہار مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش ہوگی اور بس۔

کابل انتظامیہ کے زیر قبضہ اضلاع میں عموماً ہر کمانڈر ایک نجی جیل بھی رکھتا ہے۔

امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے امور جیل خانہ کے سربراہ سے گفتگو

محترم قارئین! اس شمارے میں انٹرویوز کے سلسلے میں ہم نے کمیشن برائے امور جیل خانہ کے سربراہ سے گفتگو کی ہے امید ہے قارئین کی توقعات پر پورا اترے گا۔ قیدیوں کے نظم وضبط اور رہائی کے متعلق امور کے نگران حاجی عبداللہ خان صاحب نے تحریک اسلامی طالبان کے آغاز کے ساتھ ہی جہادی خدمات کا آغاز کیا۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے اہم عسکری اور انتظامی شعبوں میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دیں۔ گذشتہ تقریباً تین سال سے قیدیوں کے امور کی نظم وضبط کے حوالے سے قائم کیے گئے کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہم نے ان کے متعلقہ کمیشن کے حوالے سے ان سے گفتگو کی ہے جو نذر قارئین ہے۔(ادارہ)

سوال: محترم حاجی صاحب! سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پہلے سوال کے طور پر قیدیوں کے حوالے سے قائم کمیشن کے متعلق معلومات دیں تو مہربانی ہوگی، آپ کی تشکیلات کہاں تک فعال ہیں اور کن شعبوں میں خدمات انجام دے رہی ہیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً! سب سے پہلے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کے محترم ذمہ دار کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے امارت اسلامیہ کے مختلف ذمہ داروں سے انٹرویوز کا اہتمام کر کے امارت اسلامیہ کی انتظامی بنیادوں اور تشکیلات کے حوالے سے معلومات فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جس سے وطن عزیز کے حالات سے متعلق عوام اور مسلمانوں کو آگاہی ملتی ہے۔

آپ کے سوال کے جواب میں کہوں گا کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں قید، قیدیوں کی رہائی شریعت کی نگاہ میں اہم ترین مسائل میں سے ہے۔ امت کے جمہور علماء اور مجتہدین کا خیال ہے کہ مسلمان قیدیوں کی رہائی دیگر مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے۔

یہ فتویٰ عام قیدیوں کے متعلق ہے۔ اور اگر قیدی راہ حق کے مجاہدین ہوں اور پھر امریکا جیسے جابر کفر کی جیلوں میں ہوں تو ان کی رہائی کا مسئلہ اور بھی اہم اور ضروری ہو جاتا ہے۔

اسی ضرورت کی بنیاد پر امارت اسلامیہ افغانستان نے گذشتہ سالوں میں مظلوم قیدیوں کے نجات کے لیے مختلف عسکری اور غیر عسکری ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے قیدیوں کے کئی کئی گروپ دشمن کی قید سے آزاد کر دیے ہیں۔ اس حوالے سے اپنے ان اسیر مجاہدین کی رہائی کے لیے جو اندرون یا بیرون ملک جیلوں میں کابل انتظامیہ یا جارحیت پسندوں کی قید میں ہیں انہیں بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی اور رہائی کے لیے مستقل کمیشن قائم کر کے دیا تاکہ صحیح طریقے سے قیدیوں کی رہائی اور خدمت کی ذمہ داری صحیح طریقے سے نبھائی جاسکے۔ قیدیوں کے امور کے لیے امارت اسلامیہ کی قیادت نے ایک لائحہ مرتب کیا ہے۔ کمیشن کی تشکیلات کے حوالے سے بہترین معلومات اسی لائحہ سے بہتر طور پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

یہ ادارہ اپنی تشکیلات میں ریاست مقام، سیکرٹری اور چار شعبہ جات رکھتا ہے۔ انتظامی اور ریکارڈ ورجسٹریشن کا شعبہ، تحقیق وتفتیش کا شعبہ، عمومی رابطوں کا شعبہ، کارکن اکائیوں کا شعبہ۔ اب مختصر طور پر ہر انتظامیہ کی ذمہ داری اور اختیارات کی وضاحت کریں گے۔

ریاست مقام:

ریاست مقام کمیشن برائے جیل خانہ کا عمومی ذمہ دار ہوتا ہے۔ کمیشن کی اہم ذمہ داریاں، تشکیل، ترتیب، کمیشن شوریٰ کی قیادت، قیادت کی اجازت اور ہدایت پر ان تمام اجلاسوں میں شرکت جن میں قیدیوں کی مشکلات کے حل یا قیدیوں کے لیے کام کرنے والے عالمی اداروں اور شخصیات سے ملاقاتیں۔

اپنے ادارے کی کارکردگی، خفیہ رموز اور بجٹ کے صحیح استعمال کی نگرانی۔ اسی طرح قیادت کی ہدایت پر امارت اسلامیہ کے ساتھ دشمن کے خارجی یا داخلی قیدیوں کا تبادلہ مقام ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔

سیکرٹری:

امارت اسلامیہ کے دیگر کمیشنز کی طرح ہمارے کمیشن کے بھی کام کے دو حلقے ہیں۔ ایک جنوب مغربی زون اور دوسرا مشرقی زون۔ کمیشن کا عمومی ذمہ دار مشرقی زون میں ہو تو کمیشن کا سیکرٹری جنوب مغربی زون میں ہوگا۔ اور اگر عمومی سربراہ جنوب مغربی زون میں ہو تو سیکرٹری مشرقی زون میں ہوگا۔ کمیشن کا معاون عمومی ذمہ داریوں اور مشوروں میں اپنے حلقے کے حدود میں ان تمام امور کی سرپرستی اور نگرانی کرے گا جو عمومی سربراہ کی ذمہ داری میں شامل ہیں۔

انتظامی ریکارڈ اور رجسٹریشن کا شعبہ:

یہ شعبہ تمام انتظامی امور کا ذمہ دار ہے۔ اس کے دائرہ کار میں مالیات اور حسابات، ریکارڈ کی ترتیب، رجسٹریشن، قیدیوں کی درخواستوں کا ریکارڈ، قیدیوں کی گنتی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح اس شعبے کی ذمہ داریوں میں شوری اجلاس کے لیے ایجنڈا، مقام اور وقت کا تعین اور ہر ماہ اپنے تمام حساب کتاب کا مکمل آڈٹ ریاست مقام کے حوالے کرنا بھی اس شعبے کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

شعبہ تحقیق و تفتیش:

یہ ادارہ قیدیوں کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال اور رہائی کے لیے تمام ممکنہ ذرائع کے اہتمام کی کوششیں کرتا ہے۔ اس شعبے کی ذمہ داریوں میں ایسے ذرائع یا افراد کا انتخاب یا ان کا تعاون حاصل کرنا بھی ہے جو قیدیوں کے امور کی قانونی چھان پرکھ رکھتے ہوں، باقاعدہ وکیل ہوں یا کم از کم ایسے لوگ ہوں جو جرائم کے اقسام جانتے ہوں اور سیاسی، مافیائی اور پرتشدد جرائم کے مقدمات میں فرق جانتے ہوں۔

یہ شعبہ دشمن کے قیدیوں کی تحقیق بھی کرتا ہے تاکہ وہ معلومات مجاہدین کے پاس موجود رہیں۔ قیدی اگر بیرونی، سیاسی یا اہم فوجی شخصیت ہو۔ یا اربکی ملیشیا کے افراد ہوں، یہ ادارہ تبادلے اور دیگر متعلقہ ذرائع کا طریقہ کار مرتب کرتا ہے اور ریاست مقام کے حوالے کرتا ہے۔

عمومی رابطے کا شعبہ:

یہ ادارہ داخلی اور عالمی تعلقات کے شعبے میں قیدیوں کے معاملات سنبھالتا ہے۔ داخلی تعلقات کے شعبے میں ملک کے تمام جیلوں سے روابط بڑھاتا ہے اور عالمی تعلقات میں امارت اسلامیہ کی سیاسی پالیسی کے مطابق ان تمام رفاہی اداروں سے تعلقات وابستہ کرتا ہے جو قیدیوں کو خوراک، لباس اور ادویہ کی فراہمی کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے مفاہمت کرتا ہے اور حسب ضرورت ان کی توجہ کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح ان تمام تنظیموں سے جو قیدیوں کے حوالے سے ملک کے اندر یا باہر کام کرنا چاہتے ہیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ معاملات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور اپنی مشکلات کے حوالے سے بتانا چاہتے ہیں ان سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی تنظیمیں، ریڈ کراس اور دیگر قومی اور عالمی تنظیموں کے اعلامیے اور رپورٹس جو سیاسی اور عسکری قیدیوں کے حوالے سے نشر ہو چکی ہیں یا ہو رہی ہیں ان کا حصول اور ان کی روشنی میں ملک کے داخلی یا بیرونی جیلوں میں بند قیدیوں کے ساتھ جو غیر قانونی سلوک کیا جاتا ہے اس کی نشاندہی اور ضرورت پڑے تو امارت اسلامیہ کی مطبوعات اور میڈیا کے ذریعے پالیسی اور کمیشن کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ موقف دنیا کو پیش کرتا ہے۔

کارکن اکائیوں کا شعبہ:

اس شعبے میں پورے ملک میں صوبائی سطح پر کمیشن کے ذمہ داران کا تعین کیا گیا ہے۔ ہر ذمہ دار اپنے متعلقہ صوبے کے قیدیوں کے معاملات سنبھالتا ہے۔

صوبائی ذمہ داران کی اہم ذمہ داریاں یہ ہیں:

ریکارڈ اور رجسٹریشن کے شعبے کو نئے قیدی کے متعلق پورے معلومات کی فراہمی، تحقیق اور تفتیش کے ادارے کی جانب سے جاری ہونے والے رہنما ہدایات قیدیوں تک پہنچانا، جس ان کے ریکارڈ میں معلومات کی تکمیل تبدیلی ہو سکے۔ ایسے کمیشن ایجنٹوں کو تلاش کرنا جو ججوں، وکلاء، انٹیلی جنس اور دیگر متعلقہ حکام سے قیدیوں کے لواحقین کی ملاقاتوں کا اہتمام کریں۔ اسی طرح اپنے متعلقہ صوبے کے قیدیوں کی مشکلات سے باخبر رہنا اور اپنے متعلقہ مراجع کو ان مشکلات سے باخبر کرنا۔

سوال: اب افغانستان میں قیدیوں اور جیلوں کے حالات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی معلومات کے مطابق کتنے افغان دشمن کی جیلوں میں موجود ہیں؟

جواب: افغانستان کی جیلوں میں قیدیوں کی حالت ماضی کی بنسبت بہت خراب ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر جیلوں سے قیدیوں کی حالت زار کے متعلق طرح طرح کی خبریں آتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ اور وحشی فوجی نہ اسلام کو جانتے ہیں اور نہ انسانیت سے واقف ہیں۔ کچھ عرصہ قبل صوبہ فاریاب کے مرکزی جیل میں قیدیوں نے پولیس کے نامناسب سلوک کی روک تھام کے لیے بھوک ہڑتال کر دی۔ میڈیا پر جب بھوک ہڑتال کی خبر پھیل گئی جیل کے نگران نے کئی قیدیوں کو سخت سزائیں دیں اور کال کوٹھری میں لا کر بند کر دیا۔ مگر قیدیوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنا احتجاج جاری رکھا۔ اگلی صبح جب قیدی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے وحشی کمانڈر نے اپنے ساتھیوں سمیت مسجد پر حملہ کر کے قیدیوں کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔

قیدیوں نے جب مزاحمت کی تو اس بے دین نے قرآن کریم کے نسخے مسجد سے باہر نکال پھینکے۔ اور حدیث مبارکہ کی کتابیں پھاڑ ڈالیں۔ قیدیوں نے ان کا یہ عمل دیکھ کر اپنی مزاحمت اور بھی شدید کر دی اور کئی فوجیوں کو زخمی کر ڈالا۔ زخمی فوجیوں نے دوسرے فوجیوں کی مدد سے پہلے ان قیدیوں کو پیچھے دھکیلا اور پھر ان کے سامنے قرآن کریم کے نسخوں کو آگ لگا دی۔ قیدیوں کے ساتھ ہونے والے ان مظالم کے آڈیو ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ مظلوم قیدیوں کے ساتھ ظالم انتظامیہ کا وحشیانہ سلوک ایسے ظالمانہ اقدامات ہیں جسے خفیہ رکھنے کی ہمت مغرب اور اقوام متحدہ کو بھی نہ ہوئی۔ اور انہوں نے گذشتہ سال جنوری میں قیدیوں سے غیر انسانی رویہ کے متعلق حقائق سے پردہ اٹھایا۔ یوناما کی رپورٹ میں پوری تفصیل کے ساتھ ان 14 طریقہ ہائے مظالم اور ان کے شواہد کی روداد لکھی گئی ہے افغانستان کی جیلوں میں قیدیوں کو روزانہ جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ مختلف ملکی اور عالمی ذرائع ابلاغ کی جانب سے وقتاً فوقتاً سخت سنسر شپ کے باوجود افغانستان کے جیلوں کے حالات کو ناگفتہ بہ قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی ایک مثال ریڈیو آزادی کی رپورٹ ہے جو گذشتہ سال جنوری میں نشر ہوئی۔ جس میں پل چرخی جیل کے خراب حالات کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا تھا۔ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اس جیل کا ماحول صحت کے حوالے سے قیدیوں کے رہنے کے قابل نہیں۔

جیل کی خراب صورتحال، جیل محافظین کا ظالمانہ سلوک اور دیگر سخت حالات اس کا باعث بنے ہیں کہ قیدیوں نے احتجاج اور بھوک ہڑتال شروع کر دی ہے۔ اور یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ میں ایسے کئی جیلوں میں احتجاجوں اور ہڑتالوں کی خبریں نشر ہوتی ہیں۔ ہمارے کمیشن نے اپنی ذمہ داری سمجھ کر کئی کئی مرتبہ دشمن کے ناروا سلوک اور مظالم کے خلاف سخت رد عمل کا اظہار کر کے ان کے مظالم اور وحشتوں کو طشت از بام کیا ہے۔

قیدیوں کی تعداد کے حوالے سے بتاتا چلوں کہ کہ 34 جیلوں اور 222 توقیف خانوں میں 30 ہزار سے زیادہ افراد قید ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق ان قیدیوں کو تین کیٹگریوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں سے کچھ قیدیوں کو تعذیری جرائم، کسی کو طالبان کے الزام میں اور کسی کو طالبان سے تعاون کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔

سوال: گذشتہ چند سالوں میں قیدیوں کے کمیشن کی اہم کارروائیوں کے متعلق معلومات دیں کہ کس شعبہ میں کتنا کام کیا گیا ہے؟

جواب: قیدیوں کے کمیشن کی ساری کارروائیاں اور اقدامات اہم ہیں کیوں کہ ایک مظلوم قیدی سے تعاون سارے مسلمانوں کے لیے اہم ہے۔ اور قیدیوں کا کمیشن امارت اسلامیہ کی مہربان قیادت کی ہدایت پر اسی لیے بنایا گیا ہے کیوں کہ قیدیوں کی ہر حوالے سے خدمت ان کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ اور اپنی بساط کے مطابق قیادت یہ خدمت سرانجام بھی دے رہی ہے۔ قیدیوں کے کمیشن کے حوالے سے اہم اقدامات کے متعلق کچھ بتاتا چلوں:

الف۔ انتظامی نظم وضبط:

چونکہ ہر ادارے کی ترقی اور کامیابی کے لیے انتظامی نظم ونسق کا کنٹرول بہتر ہونا ضروری ہوتا ہے اس لیے ہم نے کمیشن برائے جیل خانہ جات کی ترتیب انتہائی بہتر نظم وضبط سے مرتب کیا ہے۔ ہر صوبے کا ذمہ دار ماہانہ کارروائیوں کی تفصیل انتظامی شعبے کے حوالے کرتا ہے، انتظامی شعبہ صوبائی ذمہ داران کی رپورٹوں کی بنیاد پر تمام قیدیوں کی صحیح تعداد، ریکارڈ اور رجسٹریشن کے شعبے کے حوالے کر کے درج کرواتا ہے۔ اسی طرح تحقیق وتفتیش کا شعبہ قیدیوں کے مسائل کے حل کے لیے ان سے متعلق تعاون اور کنٹرول کے شعبے میں تحقیق کرتا ہے اور اس کے نتائج مقام ریاست کے حوالے کرتا ہے۔

ب۔ شعبہ تعلقات:

قیدیوں کے کمیشن کا اہم اقدام تعلقات عامہ کا شعبہ بھی ہے جو تمام متعلقہ امور کو سنبھالتا ہے۔ یہ شعبہ ملک کے تمام جیلوں سے فعال

تعلقات رکھتا ہے اور ہر قیدی کے مسائل سے خود کو باخبر رکھتا ہے اور پھر متعلقہ مراجع تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ شعبہ قیدیوں کے مسائل کے حوالے سے عالمی انسانی حقوق کے اداروں سے تعلقات بھی قائم رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً متعلقہ موضوعات پر گفتگو بھی کرتا ہے۔

ج۔ قیدوں اور ان کے خاندانوں سے ہمہ پہلو تعاون:

قیدیوں کا کمیشن اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے قیدیوں سے ان کی رہائی کے لیے مختلف صورتوں میں تعاون کرتا ہے۔ یہ تعاون ان قیدیوں کے مقدمات میں ان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس کی پوری تفصیل پالیسی کی وجہ سے یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ بے سہارا اور بے کس قیدیوں کے احوال وقتاً فوقتاً لیتے ہیں اور اپنی استطاعت کی حد تک ان سے تعاون بھی کیا ہے۔ اسی طرح قیدیوں کے بے سہارا خاندانوں سے اپنی استطاعت کے مطابق تعاون کیا ہے اور ان کا حال پوچھا ہے۔

د۔ طبی تعاون:

قیدیوں کا کمیشن عوامی تعلقات کے شعبے کے ذریعے قیدیوں کی طبی مشکلات سے باخبر رہتا ہے اور تعاون کے لیے ایسے قیدیوں کو افغانستان میں عالمی ادارے ریڈ کراس سے متعارف کراتا ہے، اگر کسی جگہ ریڈ کراس کے ڈاکٹروں کے لیے قیدی کا علاج ممکن نہ ہو تو پھر قیدیوں کا کمیشن دیگر ذرائع سے اس قیدی سے تعاون کرتا ہے تاکہ ان کی طبی مشکلات حل ہو جائیں۔

ہ۔ قیدیوں کی تاریخ:

آپ کو معلوم ہے کہ امریکی جارحیت کے آغاز کے ساتھ امریکی وحشیوں اور ان کے ساتھیوں اور غلاموں کی جانب سے بھی مظلوم ہم وطنوں کی اسارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو اب تک جاری ہے۔ اسارت کے دوران ان مظلوم قیدیوں کو انتہائی شدید حالات، وحشتوں اور مظالم کا سامنا رہا۔ کمیشن نے فیصلہ کیا کہ قیدیوں کا اپنا آنکھوں دیکھا حال اور جیل کے شب و روز کے قصے تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیے جائیں تاکہ آئندہ نسلیں اپنے اسلاف کی قربانیوں اور تاریخ سے واقف رہیں۔ قیدیوں کے حالات جمع کرنے کا طریقہ یوں بنتا ہے کہ ہر قیدی کو اپنے حالات اور مشاہدات لکھنے کے لیے ایک چھوٹی سی ڈائری دی جاتی ہے جسے لکھنے کے بعد واپس کیا جاتا ہے یہ معلومات ان شاء اللہ کتابی صورت میں شائع ہوں گی۔

قیدیوں کا کمیشن ان فعال کارروائیوں کے ساتھ ساتھ روزمرہ کی بنیاد پر قیدیوں کے حوالے سے عالمی اداروں کے اعلامیے، داخلی و خارجی خبریں اور معلومات کی نگرانی کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر امارت اسلامیہ کی پالیسی کے مطابق اپنا ردعمل دکھاتا ہے۔

> : عام مسلمانوں کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ افغان ہوں یا غیر افغان، ہم سب امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سارے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف اپنی تکلیف سمجھنی چاہیے۔ جو لوگ افغانستان میں کفار یا ان کے ساتھیوں کی جیلوں میں بند ہیں وہ کسی ذاتی مسائل یا دنیوی مقاصد کی وجہ سے قید نہیں ہیں بلکہ اسلام پر غیرت اور اسلامی نظام کے حصول کے لئے جدوجہد کی جرم میں قید ہیں۔ جس طرح تمام مسلمان ایک دینی خاندان کا حصہ اور آپس میں بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کا درد بھی یوں ہی محسوس کرنا چاہیے۔ ان کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھیں اور ان سے تعاون کریں۔
>
> قیدی ساتھی جو ہمارے مشترک دین کے دفاع میں قید ہو گئے ہیں ان کا ہم پر حق ہے کہ ان کے احوال پوچھیں اور ان کی رہائی کے لیے ہر طرح کے تعاون جتنا ہم سے ہو سکے دریغ نہ کریں۔ اسی طرح ان قیدیوں نے پس ماندگان میں بے سہارا خاندان اور بچے چھوڑے ہیں ان کی پرورش کے لیے امارت اسلامیہ سے تعاون کریں تاکہ آپ کا تعاون بجا طور پر انہیں پہنچ سکے۔

سوال: عوام یا میڈیا سے ایسے اطلاعات بھی ملی ہیں کہ کابل انتظامیہ کے کچھ علاقوں میں ذاتی جیلیں بھی ہیں۔ آپ کی معلومات کے مطابق یہ کہاں تک درست ہے اور لوگوں کی نجی جیلوں کے بارے میں آپ کہاں تک جانتے ہیں؟

جواب: جی ہاں کابل انتظامیہ کے زیر اختیار اضلاع میں عموماً ہر کمانڈر ایک نجی جیل بھی رکھتا ہے اور سب نے اپنے مزاج کے مطابق اس کے لیے قوانین بھی متعین کیے ہوئے ہیں۔ کسی کا قتل یا جیل یہ سب کچھ اس کے ذاتی اختیار میں ہوتا ہے۔ مگر وحشی کمانڈروں کی خفیہ جیلیں، وحشیانہ مظالم اور بے گناہ قیدیوں کی اجتماعی شہادتیں یہ سب کچھ اب کوئی اجنبی بات نہ رہی۔ یہ ساری

داستانیں زبان زد خاص وعام ہیں۔ان وحشی کمانڈروں میں سے ایک قندہار کا پولیس سربراہ کمانڈر عبدالرازق ہے جس کے وحشیانہ مظالم کسی سے پوشیدہ نہیں۔کچھ ایسے قیدی جو اس کی نجی جیل سے لاکھوں افغانی روپے دے کر رہا ہوئے ہیں۔ایسے وحشیانہ واقعات بیان کرتے ہیں جس کے لکھنے سے قلم عاجز ہے۔قندہار کے علاقے "ریگ" میں قیدیوں کی اجتماعی شہادتیں ایسی عام ہوئی ہیں جس کا ساری دنیا کو علم ہے۔اس کے ان مظالم کو ہم نے کئی بار میڈیا کے ذریعے ثبوتوں اور دلائل کے ساتھ نشر کیا ہے۔

سوال: کابل انتظامیہ اور امریکیوں کا دعوی ہے کہ وہ انسانی حقوق اور عالمی قوانین کا احترام اور اس پر عمل کرتے ہیں اسی لیے ہم نے تمام قیدیوں کو انسانی حقوق فراہم کیے ہیں،دشمن کا یہ دعوی کہاں تک درست ہے؟

جواب: دشمن کے اس دعوے کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ سارے دعوے ان کا خالی خولی پروپیگنڈا ہے۔اس حوالے سے کہنا چاہتا ہوں کہ قیدیوں کی قید کے حوالے سے دو فریق ذمہ دار ہیں۔ایک فریق خارجی جارحیت پسند اور دوسرا فریق ان کے کٹھ پتلی غلام۔

امریکی اگر یہ دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے قیدیوں کو انسانی حقوق فراہم کیے ہیں تو گوانتاناموبے اور بگرام جیل کے حوالے سے واضح کردیں کہ وہاں قیدیوں کو کون کون سے حقوق فراہم کیے گئے ہیں۔ان دو جیلوں کے قیدی گذشتہ 13 سالوں سے ایسی ہی صورتحال کا شکار نہیں ہیں کیا؟ یہاں اگر کچھ قیدی اپنے حقوق کے لیے احتجاج یا بھوک ہڑتال شروع کردیں تو کیا انہیں ایسی ہی صورتحال میں نہیں چھوڑا جاتا۔اور بالآخر ان قیدیوں کو موت آجاتی ہے یا زبردستی ان کا ہڑتال توڑا جاتا ہے۔

کابل انتظامیہ کی جیلوں میں رواں حالات کے حوالے سے کہوں گا کہ قیدی نہایت سخت حالات میں رہتے ہیں۔اور انتہائی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔جیلوں میں طبی سہولیات کا فقدان،قیدیوں کے رہائشی جگہوں کی تنگی،بہت مرتبہ تعلیم پر پابندی کے لیے مختلف بہانے،جیل میں پولیس کی جانب سے منشیات کا کاروبار،قیدیوں کو منشیات کے عادی بنانے کی کوششیں،سیاسی اور تعذیری داخلاقی مجرموں کو ایک جگہ کرکے انہیں لڑانے کی کوششیں اور اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جس کی رپورٹ ہمارے کمیشن کو ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔ان مسائل کے متعلق ہماری معلومات بہت سے ذرائع ابلاغ پر بھی شائع ہوئی ہیں جنہیں ہمارے کمیشن نے ریکارڈ کے طور پر اپنے آرشیف میں محفوظ رکھا ہے۔

سوال: ابھی بگرام اور گوانتاناموبے کی جیلوں کو بند کرنے کے متعلق ذرائع ابلاغ میں باتیں چل رہی ہیں۔اوباما نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد کہا تھا کہ گوانتاناموبے کی جیل کو بند کردیا جائے گا۔دشمن کی جانب سے ان جیلوں کو بند کرنے کی خبر واقعتا سچی ہے یا یہ بھی ان کا محض پروپیگنڈا ہی ہے۔

جواب: امریکا اور اس کے اتحادی مغربی ممالک ہمیشہ سے اپنے عوام کو اپنی منافقانہ سیاست سے دھوکہ دیتے آرہے ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ اکثر اتحادی ممالک کے عوام اپنی حکومتوں کی جارحانہ پالیسیوں کے خلاف ہیں۔ان کا اپنی حکومتوں سے ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ اب وہ افغانستان سے نکل جائیں۔اور مزید اپنی فوج اور معیشت کو اس جنگ کی بھٹی میں نہ جھونکیں۔امریکی عوام کے دیگر مطالبوں کے ساتھ ساتھ ایک مطالبہ گوانتاناموبے کی جیل بند کرنے کا بھی تھا۔یہ مطالبہ بش کے دور میں بھی تھا اور بعد میں بھی جاری رہا۔اوباما کی دوسری مرتبہ کامیابی میں بڑا کردار افغان جنگ کے خاتمے اور گوانتاناموکی جیل بند کرنے کے اعلان نے ادا کیا تھا۔اوباما نے اپنے عوام سے اس جیل کے خاتمے کا وعدہ کیا اور عوام نے بھی اسے ووٹ دیے۔مگر کامیابی کے بعد اب تک کئی سال گذرنے کے باوجود اوباما نے اس جیل کو بند نہیں کیا اور عالمی سطح پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے سب سے بڑے مرکز کے طور پر اب بھی یہ جیل قائم ہے۔اوباما ایک بار پھر یہی وعدے کر رہا ہے تو اس میں بھی خلوص نظر نہیں آتا۔اس جیل کا خاتمہ اس وقت ممکن ہوگا جب اتحادی قوتیں مکمل شکست کے ساتھ ملک سے نکل جائیں۔

سوال: محترم حاجی صاحب! کابل انتظامیہ کی عدالتوں میں قیدیوں کو پھانسیوں کے فیصلے سنائے جاتے ہیں۔کیا ایسی سزائیں دینا عالمی عدالتی قوانین کے مطابق صحیح ہے؟

جواب: ان کی یہ سزائیں کسی عالمی عدالتی قوانین کے مطابق درست نہیں ہیں۔وہ عدالتی قوانین جسے عالمی دنیا میں سزا کے قانون کے حوالے جانا جاتا ہے اور سارے کفریہ اور جمہوری ممالک خود کو اس پابند قرار دیتے ہیں۔کابل انتظامیہ بھی خود کو اس کا پابند قرار دیتی ہے وہ قوانین افغانستان کے کسی بھی حصے میں کہیں بھی عملی طور پر لاگو نہیں ہوئے۔یہاں سارے فیصلے رشوت پر ہوتے ہیں۔کوئی ملزم عدالت کو پیسے دے کر بہت آسانی سے رہا ہو جاتا ہے اگر چہ وہ ان کے قوانین کے مطابق مجرم ہو۔اور اگر کسی کے پاس پیسے نہیں تھے

اسے یا تو سزا ملے گی یا عمر قید۔ موجودہ انتظامیہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کوئی چھوٹا سا فیصلہ بھی اسلامی قوانین کے مطابق کریں گے یہ ناممکن ہے۔ قیدیوں کے حوالے سے یہ اپنے مرتب کردہ قوانین پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ ساری دنیا جانتی ہے گذشتہ سال کابل کے وحشی حکام نے کرزئی کے دستخط پر چھ مجاہدین کو جو تمام کے تمام سیاسی قیدی ہیں انہیں پھانسی دے دی۔

ہمارے پاس وہ کاغذی ثبوت محفوظ ہیں جنہیں کرزئی نے ذرائع ابلاغ کو بھیجا تھا جس میں ان چھ قیدیوں کا ذکر تھا۔ اس نے خط میں خود تحریر کیا تھا کہ فلاں فلاں کا تعلق طالبان سے ہے۔ ایسے سیاسی قیدیوں کو پھانسی خود امریکی قوانین کی تحت بھی جرم ہے۔ امریکا خود اپنے ملک میں بھی ایسا نہیں ہونے دیتا۔ سیاسی قیدیوں کو پھانسی کا مقصد محض مذہبی دشمنی اور کفر کو خوش کرنا ہے۔ مقدمات کے دوران فیصلے سے قبل قیدیوں کو پھانسی کی سزا یہ خود کابل انتظامیہ کے قوانین کے خلاف ہے اس حوالے سے ہمارے پاس بہت سے دلائل اور ثبوت ہیں۔ بات لمبی ہونے کے خوف سے صرف ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔

قندہار ہائی کورٹ کی آفیشل ویب سائٹ نے گذشتہ مارچ کے مہینے میں 18 تاریخ کو دیگر قیدیوں کے مقدمات کے ساتھ ساتھ تین سیاسی قیدیوں کی سزا کے حوالے بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس بات کی مزید توثیق کے لیے ان کی جانب سے جاری کی گئی خبر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ "ہائی کورٹ میں تین افراد کو 5 سالہ قید کی سزا سنائی گئی، نقیب اللہ، نور احمد اور رفیع اللہ، احمد جان نامی کیس میں ملزم نامزد کیے گئے تھے۔ اٹارنی جنرل کا کہنا ہے کہ مذکورہ تین افراد نے احمد جان نامی ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ جنہیں کچھ عرصہ بعد پولیس نے گرفتار کر لیا تھا۔

ان کے وکیل صفائی نے کہا ہے: کہ نور احمد کالج کا طالب علم ہے اس کی عمر بھی کم ہے، نقیب اللہ اور رفیع اللہ کو سکول سے پولیس نے گرفتار کیا ہے، ان کے پاس کسی قسم کا کوئی اسلحہ نہیں تھا، ان لوگوں نے اعتراف پولیس کے پر تشدد طریقہ تفتیش کی وجہ سے کیا ہے۔ اور ڈاکٹروں نے اس کی تصدیق کی ہے کہ ان ملزمان کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔" مگر مقتول کے ورثاء نے انہیں افراد کو مجرم قرار دیا اور عدالت سے درخواست کی کہ ان افراد کو سزا دی جائے۔ جج عبدالحلیم مسلم نے مذکورہ افراد کو پانچ سالہ جیل اور پھانسی کی سزا سنادی"۔

اس خبر کی تشریح کی ضرورت نہیں، آپ خود سوچیں کہ یہاں سزا کن دلائل اور ثبوتوں کی بنا پر دی گئی۔

سوال : قیدیوں کے خاندانوں اور ورثا کو کیا پیغام ہے اور امارت اسلامیہ کے نمائندے کی حیثیت سے آپ ان سے کیا کہنا چاہیں گے۔

جواب : قیدیوں کے خاندانوں اور ورثا کو ہمارا پیغام یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی قید سے ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہم انہیں بھول چکے ہیں۔ امارت اسلامیہ تمام قیدیوں کو اپنے وجود کا اہم حصہ سمجھتی ہے۔ اور اپنی پوری قوت سے ان کی رہائی کے لیے ممکنہ کوششیں کرتی ہے۔ مگر امارت اسلامیہ کی تمام کوششوں کے ساتھ یہ قیدی آپ کے گھر کے افراد ہیں۔ انہیں آپ کی شفقت اور محبت کی ضرورت ہے۔ آپ ان سے اور ان کے بچوں سے ہمدردی والا رویہ رکھیں تاکہ ان کے حوصلے پست نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو قیدی بھائیوں کی خدمت اور ان کی رہائی کے لیے کوششیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال : قیدیوں کے حوالے سے عام مسلمانوں کو آپ کا پیغام کیا ہے؟

جواب : عام مسلمانوں کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ افغان ہوں یا غیر افغان، ہم سب امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سارے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف اپنی تکلیف سمجھنی چاہیے۔ جو لوگ افغانستان میں کفار یا ان کے ساتھیوں کی جیلوں میں بند ہیں وہ کسی ذاتی مسائل یا دنیوی مقاصد کی وجہ سے قید نہیں ہیں بلکہ اسلام پر غیرت اور اسلامی نظام کے حصول کے لئے جدوجہد کی جرم میں قید ہیں۔ جس طرح تمام مسلمان ایک دینی خاندان کا حصہ اور آپس میں بھائی ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کا درد بھی یوں ہی محسوس کرنا چاہیے۔ ان کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھیں اور ان سے تعاون کریں۔

قیدی ساتھی جو ہمارے مشترک دین کے دفاع میں قید ہو گئے ہیں ان کا ہم پر حق ہے کہ ان کے احوال پوچھیں اور ان کی رہائی کے لیے ہر طرح کے تعاون جتنا ہم سے ہو سکے دریغ نہ کریں۔ اسی طرح ان قیدیوں نے پس ماندگان میں بے سہارا خاندان اور بچے چھوڑے ہیں ان کی پرورش کے لیے امارت اسلامیہ سے تعاون کریں تاکہ آپ کا تعاون بجا طور پر انہیں پہنچ سکے۔

محترم حاجی صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ کہ آپ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہمیں وقت دیا۔

حاجی صاحب: آپ کا بھی بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام مجاہدین بھائیوں کو اچھی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اس کا جزائے خیر دے۔

جمہوری تاریخ کے سب سے مضحکہ خیز انتخابات

حبیب مجاہد

رواں سال 4 اپریل کو عالمی قوتوں اور ان کے داخلی دوستوں نے اپنی نمائشی جمہوریت کا تمثیلی ڈرامہ ایک بار پھر رچایا۔ اور افغان عوام کو دھوکا دینے کے لیے صدارتی انتخابات اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد کیے گئے۔ انتخابات ایسے وقت میں ہوئے جب ملک کے 80 فیصد حصے پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں۔ انتخابات سے قبل مجاہدین نے ہلاکت خیز حملے کرکے حکومت کے زیر تسلط علاقوں پر بھی خوف کی فضاء طاری کردی۔ غیر ملکی مبصرین ملک سے فرار ہوگئے اور اس کے علاوہ چونکہ موسم کا حال بھی انتہائی خراب تھا اس لیے ملک کے اکثر حصوں میں انتخابات کے روز بارش اور برف باری ہورہی تھی۔

ایسے حالات میں جب دشمن نے انتخابات کے خلاف ہر طرح کی خبر نشر کرنے پر پابندی عائد کردی تھی انتخابات کا ڈرامہ تکمیل کو پہنچا۔ افغانستان سے فرار ہونے والے بیرونی ممالک اپنے عوام کے سامنے اپنی شکست چھپانے کے لیے ساری دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ افغانستان میں جمہوریت مستحکم ہوچکی ہے۔

مگر حقائق سو فیصد برعکس تھے۔ انتخابات پر اگر ایک جملے میں تبصرہ کرنا چاہیں تو یہی کہیں گے کہ ملک کے 80 فیصد علاقوں میں کوئی انتخاب نہیں ہوا۔ اور جو 20 فیصد علاقہ رہ گیا اس میں بھی ایسی رسواکن دھاندلی اور طاقت کا استعمال کیا گیا کہ شاید جمہوریت کی پوری تاریخ میں کبھی ایسا نہ ہوا ہو۔ یہاں کوشش کریں گے مختصراً ان مضحکہ خیز انتخابات کے حقائق آپ کے سامنے پیش کریں۔

80 فیصد غیر شہری علاقے:

افغانستان کے 80 فیصد دیہی علاقوں پر مجاہدین کا مکمل قبضہ ہے۔ ان علاقوں میں کوئی الیکشن نہیں ہوا۔ مجاہدین نے انتخابات سے قبل وسیع پیمانے پر عوام کی رہنمائی کے لیے کام کیا تھا۔ عوام کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ انتخابات ایک امریکی ڈرامہ ہے جس کا مقصد عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ اس میں شرکت دین اور وطن سے غداری کے مترادف ہے۔ مجاہدین نے اسی لیے لکھے ہوئے پیغامات، پمفلٹ اور شب نامے تقسیم کیے۔ جو انتہائی موثر ثابت ہوئے۔ ملک کے 80 فیصد علاقے میں لوگوں نے انتخابات سے مکمل بائیکاٹ کردیا تھا اور ووٹ استعمال نہیں کیا۔

حکومت نے ان صوبوں کے مراکز میں ۔۔۔۔۔ جن کے مضافاتی علاقے مجاہدین کے قبضے میں ہیں ۔۔۔۔۔ پولنگ بوتھ کھول کر لوگوں کو ووٹ کی سہولت دینے کی کوشش کی مگر کسی نے شرکت نہیں کی۔ اس لیے وہاں کے حکام اور اہلکاروں نے اپنی مرضی سے بکس بھر دیے۔

یہ علاقے جہاں الیکشن نہیں ہوا کسی خاص صوبے، شہر یا محلے کے لوگ نہیں تھے۔ بلکہ بدخشان سے لے کر نیمروز تک پورے افغانستان کے وہ علاقے جو مجاہدین کے زیر قبضہ ہیں۔ ان میں انتخابات نہیں ہوئے۔ اور لوگوں نے پوری قوت سے اس سلسلے کا بائیکاٹ کیا۔

1088 حملے:

جس طرح الیکشن سے قبل کارروائیاں ماضی سے ہٹ کر بہت الگ قسم کی تھیں الیکشن کا دن بھی حملوں کے حوالے سے ایک مثالی دن تھا۔ اس دن مجاہدین نے شہری اور حکومت کے زیر قبضہ علاقوں میں انتخابی عمل کو روکنے اور ختم کرنے کے لیے 1088 حملے کیے۔ ان حملوں کے سلسلے میں درجنوں اضلاع کے مراکز میں دشمن نے جو الیکشن بوتھ کھولے تھے وہ سب بند ہوگئے۔ بعض علاقوں میں پولنگ سٹیشنوں کو مجاہدین نے خالی کرکے انہیں آگ لگادی۔

مجاہدین کے حملے انتہائی حساس تھے۔ ان کی منصوبہ بندی ایسے کی گئی تھی کہ اس میں عوام کو نقصان نہیں پہنچا۔ اسی لیے کابل انتظامیہ کے اعتراف کے مطابق اس دن اگرچہ حکومتی فوجیوں اور کارندوں کی ہلاکتیں زیادہ تعداد میں ہوئیں مگر صرف چار عام افراد ان حملوں میں مارے گئے۔ وزیر داخلہ عمر داؤدزئی نے انتخابات کے بعد کہا تھا کہ حملوں میں ان کے 80 اہلکار زخمی

اور درجنوں ہلاک ہوگئے مگر مجاہدین نے دشمن کے نقصانات کی تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی۔

ان حملوں کی وجہ سے اضلاع کے مراکز اور شہروں کے مضافاتی علاقوں میں جہاں تک مجاہدین کی گولیاں پہنچ رہی تھیں انتخابی مراکز بند رہے۔ اور الیکشن کا ڈرامہ شہروں کے درمیان تک محدود رہا۔ مجاہدین کے حملے نہ صرف الیکشن مراکز پر تھے بلکہ آس پاس کے علاقوں میں الیکشن وسائل کی ترسیل اور بیلٹ پیپرز کی منتقلی کے قافلوں پر بھی حملے کیے گئے۔ اس حوالے سے بہت سے علاقوں میں الیکشن وسائل اور بیلٹ پیپر سے بھرے بکس راستے ہی میں مجاہدین نے لوٹ لیے۔

تاریخی دھاندلی:

باوجود اس کے کہ دھاندلی تمام علاقوں میں ہوئی تھی مگر سب سے زیادہ دھاندلی ان دیہی اضلاع میں ہوئی جہاں عام لوگوں نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا اور بکس وہاں کے عملے اور حکام کو اپنی "صوابدید" سے بھرنے پڑے۔ اس طرح وہ علاقے جہاں کوئی علاقائی طاقتور شخصیت مسلط ہے ان میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلی ہوئی۔

افغانستان کے آدھے سے زیادہ اضلاع میں الیکشن مراکز میں بیلٹ پیپر کم پڑ گئے۔ الیکشن کمیشن نے کہا کہ انہوں نے ہر مرکز کو 600 بیلٹ پیپر ز بھیجے ہیں اگر ایک منٹ میں ایک ووٹ بھی کاسٹ ہو جائے تو دس گھنٹوں تک بیلٹ پیپر ختم نہیں ہونے چاہییں۔ مگر اکثر مراکز میں صبح یا دوپہر ہی کو بیلٹ پیپر ز ختم ہو گئے تھے معلوم ہوتا ہے الیکشن مرکز کے کارکنوں نے صندوق پہلے ہی سے بھر دیے تھے۔ اس لئے جب لوگ ووٹ کاسٹ کرنے پہنچے تو وہاں بیلٹ پیپر انتہائی محدود تھے۔

فیس بک پر انتخابی دھاندلیوں کے ایسے شواہد بھی نشر ہوئے ہیں کہ یہ الیکشن ایک مضحکہ خیز اور دھاندلیوں سے بھرپور عمل ثابت ہوا۔ مثلاً صوبہ میدان وردگ میں کچھ لوگ الیکشن بکس اپنے گھر لے گئے اور پوری تسلی کے ساتھ بھر کر لے آئے۔ اسی صوبے کی ایک اور ویڈیو میں دکھایا گیا ہے کہ صدارتی امیدوار سیاف کے لیے تمام بیلٹ پیپروں پر ووٹ کاسٹ کرکے صندوقوں میں ڈالے گئے۔ قندہار ضلع دامان میں ایک گھر کا سربراہ چند بچوں کو ساتھ لے کر جلدی جلدی بیلٹ پیپر پر نشان لگا رہا ہے اور ساتھ میں خود بھی ہنستے ہوئے کہتا ہے کہ "لوگ بھی کیا سوچیں گے کہ "دامان" میں کتنے زیادہ ووٹ کاسٹ ہو گئے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ سب ایک ہی شخص نے کیے ہیں"۔

انتخابات کے بعد الیکشن کمیشن نے صرف ہرات میں ایک لاکھ ووٹوں کو غلط قرار دیا۔ فراہ میں 36 پولنگ مراکز کے بکسوں کو جعلی قرار دیا گیا۔ مزار شریف کے حوالے سے کہا جا رہا تھا کہ وہاں کے گورنر عطا محمد نور نے اپنے کارندوں کے ذریعے عبداللہ عبداللہ کے حق میں صندوق بھر دیے۔ پکتیا میں انتخابات کے دو روز بعد بھی بکس بھرنے کا عمل جاری رہا۔ قندہار میں لوگوں نے بتایا کہ قندہار پولیس سربراہ جنرل عبدالرازق نے ان صندوقوں کو جو مختلف اضلاع سے خالی واپس آئے تھے انتخابات کے ایک روز بعد امیدوار زلمی رسول کے حق میں ووٹ کاسٹ کرکے بھر دیے۔

کابل شہر میں اکثر پولنگ سینٹر سکولوں اور کالجوں کی عمارت میں قائم کیے گئے تھے۔ وزیر تعلیم فاروق وردگ نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے زلمی رسول کے حق میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی۔ کابل کے مشرقی علاقے میں ملا ترہ خیل نامی عوامی جرگے کے ایک رکن نے اپنے زیر تسلط علاقے میں الیکشن کمیشن کے کارکنوں اور مبصرین کو جانے نہیں دیا اور بیلٹ بکس اپنی مرضی سے جیسے چاہا بھر دیا۔ کابل میں دیگر وار لارڈز جیسے امان اللہ گذر، دین محمد جرات، حاجی ممتاز، الہ گل مجاہد، زلمی طوفان اور دیگر نے اپنے علاقوں میں اپنے مرضی کے امیدواروں کے حق میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی۔

من جملہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انتخابات اکثر علاقوں میں ہوئے ہی نہیں۔ اور جہاں پولنگ سینٹر کھولے گئے عام لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے حکام اور وار لارڈز نے وہ صندوق خود ہی بھر دیے۔ ایک غیر ملکی صحافی نے الیکشن کے دن اپنے ٹویٹر پیغام میں لکھا کہ "مجھے سب سے زیادہ جس چیز سے حیرت ہوئی وہ یہ تھی کہ ہم صوبہ وردگ ضلع چک میں پولنگ سینٹر پر پہنچے وہاں کوئی ووٹ کاسٹ کرنے والا نظر نہ آیا مگر پھر بھی بیلٹ بکس بھرے نظر آئے"۔

الیکشن کے بعد:

مبصرین کا کہنا ہے کہ ملک میں ہونے والے حالیہ الیکشن کا مقصد محض پروپیگنڈا تھا۔ افغانستان سے فرار ہوتے ہوئے انہیں کسی بہانے کی ضرورت تھی تاکہ اپنے عوام کو بتا سکیں کہ وہ یہاں شکست کھا کر نہیں بلکہ جمہوریت قائم کرکے جا رہے ہیں۔ اسی لیے ان ادھ موئے انتخابات کو وسیع پیمانے پر میڈیا کو ربیچ دیا گیا۔

انتخابات سے قبل امریکیوں اور کابل انتظامیہ نے مجاہدین کی خبروں پر پابندی عائد کردی۔ یہاں تک کہ انتخابات کے روز حملوں یا الیکشن ناکامی کی خبریں نشر ہونے سے روکنے کے لیے پورے افغانستان میں موبائل میسج بھیجنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی تھی۔ انتخابات سے ایک روز قبل ننگرہار

میں حکام نے ایک صحافی کو سخت مارا پیٹا، اس کا کیمرہ اور دیگر سامان چھین کر توڑ دیا گیا۔ اس طرح تمام صحافیوں کو ڈرایا گیا کہ الیکشن میں حکومت کے مزاج کے مطابق چلو۔

انتخابات کے روز جب انتخابی عمل بہت کم علاقوں میں جاری تھا اور لوگوں کی شرکت اس میں نہ ہونے کے برابر تھی حکومتی میڈیا یہی پروپیگنڈا کرتا رہا کہ انتخابات مثالی رہے۔ اس سلسلے میں صرف الامارۃ ویب سائٹ تھی جہاں سے انتخابات اور جہادی حملوں کے حوالے سے واقعی صورتحال کی خبریں نشر ہو رہی تھیں نصف دن گذرنے تک ہیکرز نے حملے کر کے الامارۃ ویب سائٹ بھی بند کر دی لیکن الامارۃ کے ماہر انجینئرز نے کچھ دیر ہی میں اسے پھر سے فعال کر دیا۔

انتخابات کے بعد خوست میں ریڈیو آزادی کے صحافی لمر نیازی، ننگرہار "شوندن" ٹی وی چینل کے صحافی زیار خان یاد کو حکام کی جانب سے اس بات پر سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ انہوں نے دھاندلی کی رپورٹیں نشر کی ہیں۔

حکومتی طاقت اور سنسر شپ کی ایسی سخت فضا میں الیکشن کا دن گذر گیا۔ حکومتی اور مغربی ذرائع ابلاغ ایک جانب یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ انتخابات مثالی رہے اور کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ الیکشن کمیشن کے سربراہ نے اعلان کیا کہ انتخابات میں 7 ملین لوگوں شرکت کی۔ مگر کچھ دن بعد جب پانچ لاکھ ووٹوں کی گنتی کے رزلٹ کا اعلان کیا گیا تو کہا گیا کہ یہ دس فیصد ووٹ تھے۔ یعنی یہاں یہ بات تسلیم کر لی کہ کل ووٹ 5 ملین تھے۔ ان پانچ لاکھ ووٹوں کی بھی صحیح چھان بین نہیں کی گئی اس لیے کہا گیا ہے کہ ان میں سے 50 فیصد جعلی تھے اس سے معلوم ہوتا ہے الیکشن کے روز لوگوں کی شرکت کی تعداد انتہائی کم تھی۔

انتخابات کے بعد دیگر ممالک کے نتائج کا اعلان دو یا تین دن میں کیا جاتا ہے مگر یہاں انتخابات کے تقریبا ایک ماہ گذرنے کے بعد بھی نتائج کا اعلان نہیں کیا گیا۔ الیکشن کمیشن اور اس کے ساتھ الیکشن شکایت کمیشن ایک بڑی آزمائش سے دوچار ہو چکا ہے۔ کیوں کہ انتخابات شروع ہی سے دھاندلی سے بھرپور رہے۔ ہر علاقے میں وہاں کے قبائلی رہنماؤں نے اپنی قوت کا استعمال کر کے بکس بھرے تھے، اب انہیں سمجھ نہیں آرہا کہ ایسے غلط ملط الیکشن کا رزلٹ کس طرح جاری کریں اور کس کو فاتح قرار دیں۔ اگر انتخابات دوسرے مرحلے تک پہنچ جاتے ہیں تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ دوبارہ پھر دھاندلی نہ ہوگی۔

جس طرح الیکشن سے امریکیوں نے اپنے پروپیگنڈے کا ہدف حاصل کر لیا اب ان کی کوشش ہے کہ انتخابی نتائج سے ہٹ کر ایک اتحادی حکومت بن جائے۔ اسی لیے نمایاں امیدواروں اور صدارتی محل کے درمیان لین دین اور رابطے جاری ہیں۔ گمان غالب یہی ہے کہ پھر انہی پرانے امریکی کٹھ پتلیوں کی مخلوط حکومت بنا دی جائے گی اور الیکشن کا ڈرامہ یوں ہی بے نتیجہ رہ جائے گا۔

بقیہ از: اسلام اور مغربی روشن خیالی

اس سے پہلے کہیں روشنی تھی ہی نہیں۔ حالانکہ اسلام صدیوں سے روشن خیالی کا قائل ہے اور قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالی نے واضح الفاظ میں اس کا اعلان فرمایا ہے: (اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ) یعنی اللہ تعالی ایمان والوں کے رکھوالے ہیں، وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے رکھوالے وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں۔

لیکن چونکہ اسلام اور قرآن کی یہ روشن خیالی حقیقی روشن خیالی ہے، اس لئے اہل مغرب کو قبول نہیں، اور انہیں اپنی نام نہاد روشن خیالی پر ہی اصرار ہے۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے ایمان اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے والوں ہی کو روشنی کا مژدہ سنایا ہے۔ اور جو لوگ کفر اختیار کریں، ان کے لئے تاریکی کی خبر دی ہے۔ یہی اسلامی روشن خیالی ہے۔

پس اب یہ فیصلہ اہل ایمان کو کرنا ہے کہ وہ تاریکی والوں سے روشنی کے طلبگار بننا چاہتے ہیں یا انہیں اللہ تعالی کی عطا کردہ روشنی کی قدردانی کرنی ہے اور اس روشنی کو دنیا کے کونے کونے تک عام کرنا ہے؟ کیا انہیں اپنے پاس موجود روشنی پر شرمانے اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے یا شیطان کی معیت میں تاریک راہوں پر چلنے والے اہل مغرب کو آئینہ دکھانے کی ضرورت ہے۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

شاباش طالبان!

عبداللہ

"طالبان کی ویڈیوز اور جہادی ترانے، ان کی نظریاتی جنگ میں بہت موثر کردار کے حامل ہیں۔"

یہ بات امریکن امدادی بھیک سے چلنے والے ایک افغان "آزادی ریڈیو" نے کچھ عرصہ قبل اپنی ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہی تھی۔

درست اور پُراثر منظر نگاری کے لیے جس طرح "آنکھوں دیکھا حال"... "سنی سنائی بات" کے بہ نسبت بہترین معاونت فراہم کرتا ہے، اسی طرح سفید اوراق کے دامن پر بکھری کئی طویل کہانیاں وہ کام نہیں کر سکتیں، جو چودہ انچ کی اسکرین پر چلنے والی ویڈیو کر دکھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے جب سے الیکٹرانک میڈیا نے جرنلزم کے میدان میں قدم رکھے ہیں، تب سے عام قاری کی توجہ دھیرے دھیرے پرنٹ میڈیا کی طرف سے سرکتے سرکتے کافی ہٹ گئی ہے۔ (اگرچہ اس امر واقع سے انکار کی گنجائش قطعاً نہیں ہے کہ کار آمد مضامین، تحقیقات، علوم، احساسات، خیالات، ہمہ نوع لٹریچر وغیرہ پرنٹ میڈیا کے مرہونِ منت جتنا محفوظ و باقی رہ سکتا ہے، الیکٹرانک میڈیا کی ویڈیوز وہ کام نہیں دے سکتیں۔)

بہر کیف! میں نے جب طالبان کی 'شہامت مووی ڈاٹ کام' پر اپ لوڈ ویڈیو "بدری لشکر 4" دیکھی، تو طالبان کو اپنی توقعات سے بڑھ کر پایا۔ میں سمجھتا تھا کہ ان کی یہ تیزیاں اور تدابیر صرف بیچ سڑک مائن نصب کر کے ناسور دشمن کو نقصان پہنچانے اور کمین گاہوں سے نشانہ بازی کر کے اُسے موت کے گھاٹ اتارنے تک ہی محدود ہوں گی۔ لیکن میری حیرت کی انتہاء تب دم توڑ گئی، جب میں نے دیکھا کہ طالبان نے افغان عام شہریوں کو بلاوجہ تنگ کرنے، عورتوں کی عصمت دری کرنے، بچوں کو سفاکانہ طریقے سے قتل کرنے اور نوجوان لڑکیوں کی عزتِ آب دار کو اپنی ناپاک ہوس سے آلودہ کرنے والے c.i.a کے سفاک جنسی دہشت گردوں سے بدلہ لینے کی ٹھان لی ہے۔ اس کے لیے انہوں نے کابل میں واقع سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر کو ٹارگٹ کیا اور مجوزہ پلان کی بے داغ منصوبہ بندی کی۔ انہوں نے c.i.a کے مرکز کو جس نقصان سے دوچار کیا اور اس وجہ سے دشمن کو جس شرمندگی اور خستہ حالی کا سامنا کرنا پڑا ہے... ایک دنیا اس سے لطف لیتی رہی ہے۔ سی آئی اے کا یہ مرکز افغان صدارتی محل کے پہلو میں واقع ہے۔ بُرائی کے اس اسٹیشن پر حملے کا فوری سبب کیا ہوا تھا؟ آیئے ایک مختصر نظر اس پر ڈالتے ہیں:

جن دنوں امارت اسلامیہ نے قطر میں اپنا سیاسی و سفارتی دفتر قائم کیا اور وہاں کلمہ طیبہ والے پرچم کو لہرایا گیا، تو جناب کرزئی کو یہ عمل انتہائی ناگوار اور ناقابل برداشت لگا تھا۔ کیوں کہ اُن کے پیٹ کی آنتوں سے غذا پانے والے محسوسات کی روشنی میں یہ ان کی سیاسی موت کے مترادف تھا کہ طالبان افغانی ہونے کے باوجود نام نہاد 'اسلامی جمہوری افغانستان' کا جھنڈا کیوں نہیں لگا رہے؟؟؟ اس پر جنابِ والا نے اپنے نفسانی مفادات کے شور سے سیاسی آسمان سر پر اُٹھالیا تھا۔ پھر کرزئی کے مطالبے و خواہش پر امریکا نے قطر میں امارت کے جھنڈے اور پولیٹیکل آفس کی نیم پلیٹ کی بے حرمتی کی تھی۔ اسی وجہ سے یہ حملہ کیا گیا تھا۔ بدری لشکر 4 میں ایک مقام پر امارت کے مجاہدین جوق در جوق گزرتے ہیں، وہاں ایک پشتو نظم چلتی ہے، جس میں شاعر یہ پیغام دیتا ہے: "اے ہمارے امیر المومنین! یہ آپ کا لشکر ہے۔ آپ کی سپاہ دن بہ دن ترقی کی طرف گامزن ہے۔" تو وہاں امریکی، امارت کے جھنڈے کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ فدائی مجاہدین جب کاروائی کے لیے جارہے ہوتے ہیں، تو وہ بھی یہی پیغام دیتے ہیں: "کرزئی کی جانب سے ہمارے 'لا الہ الا اللہ' والے پرچم کی بے حرمتی کی گئی ہے، ہم اس کا بدلہ لینے جارہے ہیں۔" اسی طرح ایک مجاہد نے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "انہوں نے قطر میں امارت اسلامیہ کا پرچم اتارا ہے۔ ان شاء اللہ! ہم افغانستان میں امریکی پرچم اتاریں گے۔ ابتدائے اسلام سے اب تک یہود و نصاریٰ، مشرکین اور بت پرستوں نے قرآن کریم کی توہین کی ہے۔ سب سے

پہلے وہ اس کام سے باز آجائیں۔ دوسرے نمبر پر ہمارے محبوب پیغمبر رسول اکرم شفیع اعظم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے باز آجائیں۔ انہوں نے ہمارے نبی کے کارٹون بنائے ہیں۔ طرح طرح کی مغلظات بکیں ہیں۔ یہ لوگ اس کام سے رک جائیں۔ اور تیسرے نمبر پر ہمارے مسلمان بھائیوں بہنوں کو جیلوں میں ڈالتے ہیں، اس مذموم کام سے باز آجائیں۔ میں ان دشمنوں سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں، مگر اس کی ابھی فرصت نہیں ہے۔ صرف ایک پیغام یہ کہ کبھی یہ مت سوچیں کہ یہ سو دو سو فدائی مجاہدین ہیں، جو کہیں جاکر ختم ہوجائیں گے۔ الحمدللہ! ہمارے مراکز میں بہت بڑی تعداد فدائی مجاہدین کی اس انتظار میں ہے کہ کب وہ اپنے انتقام کی آگ تمہارے لہو سے بجھائیں گے۔ تم سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا انتقام لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا انتقام لیں گے۔

اسی طرح ایک مجاہد قاری محمد کبیر نے امریکی جارحیت کی حقیقت عیاں کرتے ہوئے کہا: ”آج سے بارہ سال قبل جب ہماری پاک زمین پر مغربی اتحادی فوجیں حملہ آور ہوئیں تو انہوں نے ہماری اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ ہمارے علماء اور مجاہدین کو شہید یا گرفتار کر کے کیوبا، بگرام اور قندھار جیسے خطرناک جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ ہماری وہ عفت مآب مائیں بہنیں، جنہیں کسی نے نہیں دیکھا تھا، ان کی عزتیں لوٹ لیں۔ ماؤں کی گود اور جھولیوں میں ہمارے بچوں کو شہید کر ڈالا گیا۔ قرآن کریم کو (العیاذ باللہ) بیت الخلا میں بہایا اور گولیوں سے شہید کیا گیا۔ امریکیوں کے انہیں مظالم نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان کا انتقام فدائی حملے کے ذریعے لوں۔ دوسرے کسی طریقے سے انتقام لینا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ بات یہ نہیں کہ مجھے اپنی زندگی سے محبت نہیں ہے یا میرا گھر بار اور بچے نہیں ہیں یا مجھے کسی نے ورغلایا ہے۔ الحمدللہ! یہ سب کچھ میں اپنے ایمان اور عقیدے کی بنیاد پر کر رہا ہوں۔ صرف اور صرف اللہ کی رضا اور جنت کا طالب ہوں۔ جتنا بھی یہاں رہ لیں، یہاں کے مزے ہیں آخر یہ دنیا ایک دن ختم ہونے والی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرا یہ فدائی حملہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس حملے سے کافروں کو شدید نقصان اور صدمہ پہنچائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس حملے سے بے غیرت غافل لوگوں کا احساس جگادے۔

اس کاروائی کے لیے امارت نے اپنے مجاہدین کی جس انداز میں ٹریننگ کی تھی، وہ حیرت ناک تھی۔ میں جب یہ ویڈیو دیکھ رہا تھا، تب میرے ساتھ میرے ایک محترم بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنے میدانِ جہاد کے تجربے کی بنیاد پر فرمایا: ”یار عبداللہ! طالبان مجاہدین کو جس طرح ٹریننگ دی جارہی ہے، میں اس پر بہت حیران ہوں۔ ایسی ٹریننگ ہمارے زمانے میں نہیں دی جاتی تھی۔ جہادی ٹریننگ کے وسیع تناظر میں طالبان نے وہ طریقے بھی شامل کیے ہیں، جو اُن کی ”بہت آگے نکل جانے“ کی شہادت دیتے ہیں۔“ اسی طرح مجاہدین کا دنیا کی خوف ناک تصور کی جانے والی خفیہ ایجنسی c.i.a کے ہیڈ کوارٹر تک ہی پہنچ جانا ایک بہت بڑا معرکہ ہے۔ پھر کاروائی تو سونے پہ سہاگہ ہوگئی ہے۔ اِن مجاہدین کو اس کاروائی سے پہلے امریکی فوجی وردی میں ہیڈ کوارٹر تک لے جایا گیا تھا۔ جہاں راستوں اور ٹارگٹ زون کی نشان دہی کی گئی تھی۔ ایک مجاہد اپنے ایمانی جذبات میں یوں کہتا ہے: ”اے دنیا کے کافرو! تمہارے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ تم خود کو بہت ترقی یافتہ لوگ سمجھتے ہو، مگر حقیقت میں تم بہت پس ماندہ لوگ ہو۔ ہم تمہارے قلب میں گھومے اور اپنا ٹارگٹ اچھی طرح چیک کر آئے ہیں۔ تم جسے انٹیلی جنس کہتے ہو اور اپنے اس جاسوس ادارے سی آئی اے پر تمہیں بہت فخر ہے۔ ہم تمہارے لباس میں افغانستان میں سی آئی اے کے اسی سب سے بڑے دفتر میں گھومتے رہے ہیں۔ ہمیں تمہاری زبان آتی ہے اور نہ ہی تم جیسا لہجہ اپنا سکتے ہیں، لیکن الحمدللہ! ہم پھر بھی تمہارے درمیان گھومے پھرے اور واپس آگئے ہیں۔ اور انشاءاللہ ایک بار پھر تمہارے پاس فدائی حملہ کرنے اور تمہارا مکمل خاتمہ کرنے آئیں گے۔“ میں سمجھتا ہوں کہ ان مجاہدین کا وہاں تک پہنچ جانا ’سی آئی اے‘ کی ناقص گرفت کا پول کھولنے اور ’خفیہ موت‘ کے مترادف ہے۔ ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارے علاقے میں ہمارا جانی دشمن بلاخوف وخطر نقل وحرکت کر رہا ہے۔ یہ قول ایک سابق ایجنٹ: ”سچی بات یہ ہے کہ c.i.a ایک جوا کھیلنے والی خفیہ ایجنسی ہے۔ جس کی کارروائیوں کا زیادہ انحصار، اپنی تحقیق وتفتیش کے بجائے مخالفین کے دوغلے اور بکاؤ مال کی اپنے ملک اور نظریہ وکاز سے ’غدارانہ خدمات‘ پر ہے۔“

جب یہ مبارک کاروائی انجام دی گئی تو اس پر کئی افغان سیاسی تجزیہ کاروں نے کیا کہا؟ آیئے ایک نظر اسے بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔ جب اس کاروائی کے حوالے سے ایک ٹی وی میزبان نے اپنے مہمان تجزیہ کار سے سوال کیا کہ: ”عجیب بات ہے پہلے جب یہ لوگ کہتے تھے کہ ’زمین سے ہزاروں میٹر کے فاصلے سے ہم زمین پر دیکھ سکتے ہیں، تو لوگوں کو بہت عجیب لگتا تھا۔ آج آٹھ

POLICE

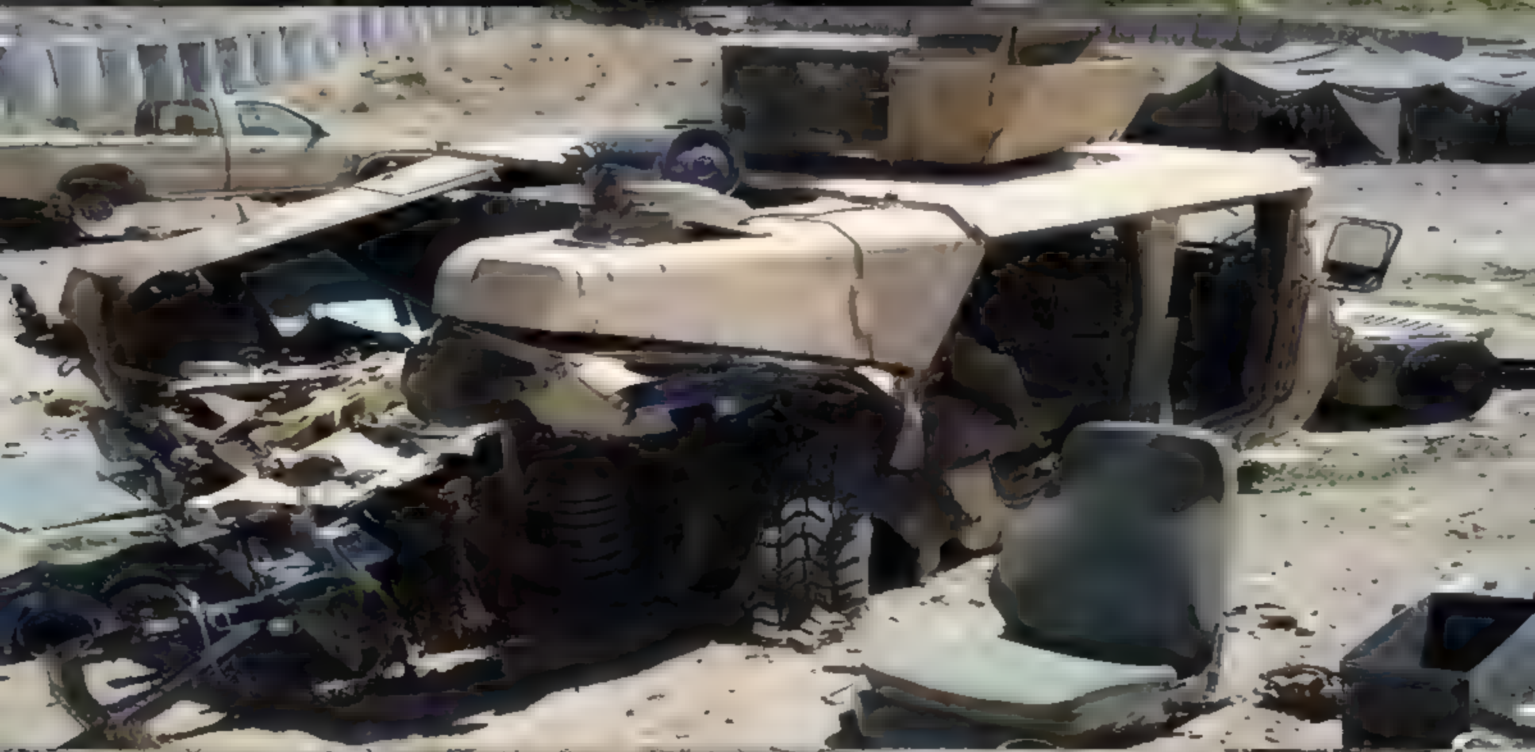

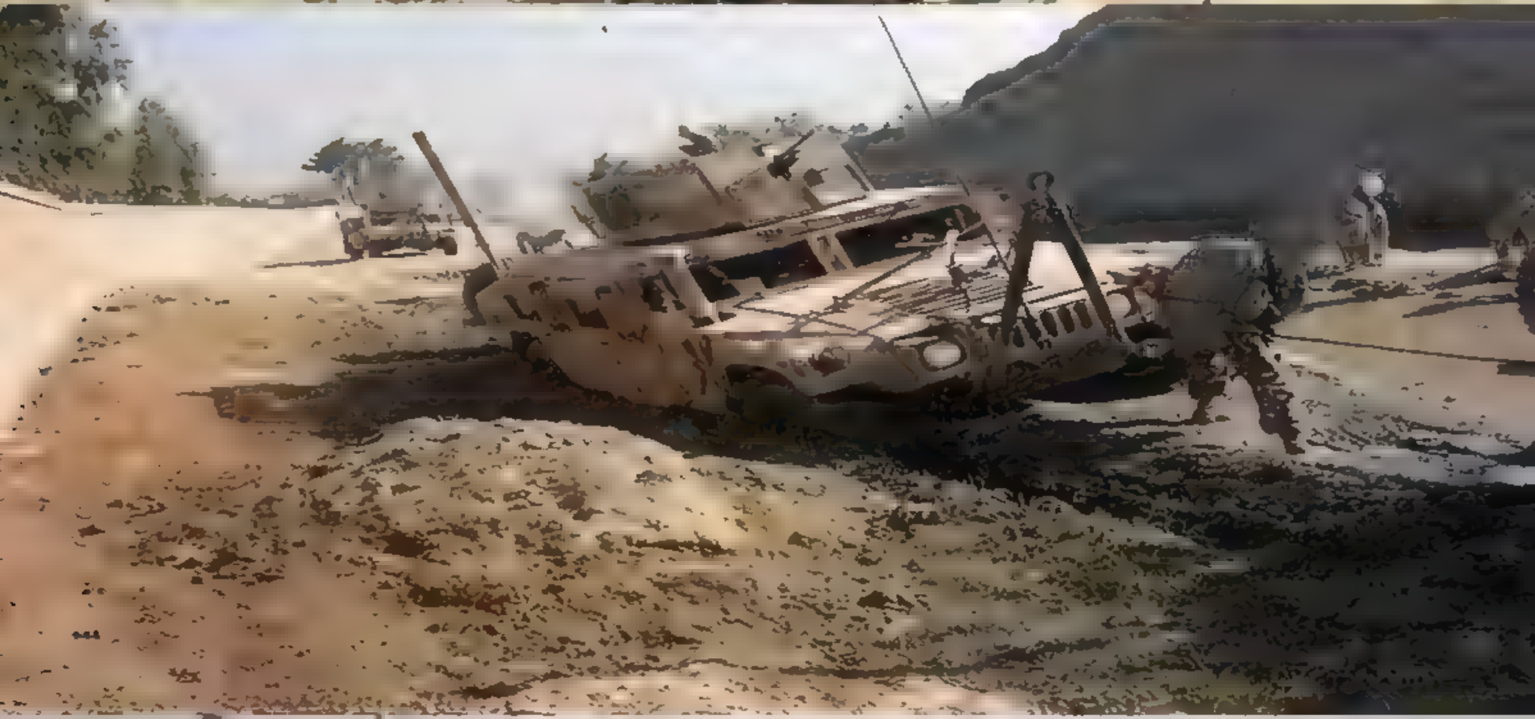

مسلح افراد بکتر بند گاڑی میں جعلی کارڈوں کے ساتھ وہ دروازہ، جہاں کی سیکورٹی ذمہ داریاں ایساف کے ہاتھوں میں ہیں، عبور کر رہے ہیں۔ یہ لوگ کیوں اتنے ناکام ہیں کہ یہ جعلی کارڈوں کی بھی پہچان نہیں کر سکتے اور ایساف کے لباس میں طالب کو نہیں پہچان سکتے؟"

تو مہمان تجزیہ کار حیرت کے سمندر سے باہر آیا اور بولا: "اگر واقعتہً یہ پلان، طالب کا ہے تو میں اسی ٹی وی کے توسط سے انہیں کہتا ہوں کہ شاباش ہو تم پر! ان کی منصوبہ بندی مضبوط ہے۔ جب صدارتی محل تک یہ لوگ پہنچ سکتے ہیں اور کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ وہاں یہ لوگ دھماکہ کرتے ہیں۔ پھر وہاں 15 کے قریب راکٹ لانچر جیسے بھاری اسلحے کے فائر ہوتے ہیں۔ اگر یہ سب طالبان نے کیا ہے، تو ان پر آفرین ہو۔ یہ لوگ کرزئی حکومت سے زیادہ طاقتور ہیں۔"

ایک اور نے ٹی وی پروگرام میں کہا: "طالبان اتنے مضبوط ہیں کہ وہ سی آئی اے کے لباس اور ان جیسی ہی گاڑیوں میں c.i.a کے دفتر پہنچتے ہیں۔ ان کو اس بات کا پتا بھی نہیں چلتا۔ اس کا تو صاف صاف مطلب یہی ہے کہ طالبان، افغان حکومت اور یہاں موجود تمام فوجوں سے زیادہ ٹریننگ یافتہ، منظم اور بے داغ منصوبہ بندی کرنے کی اہلیت کے حامل ہو چکے ہیں۔ میں تو ان طالبان کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اس واقعے کو دیکھ کر کرزئی کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ وہ اس کے اہل نہیں ہیں کہ اپنے آپ کو افغانستان کا سربراہ متعارف کروائے۔"

کابل میں 'وائس آف امریکا' کے نمائندے کا کہنا ہے: "صبح قریب ساڑھے چھ بجے مسلح حملہ آوروں نے وزارت دفاع کے مرکزی آفس، سی آئی اے کے مرکز اور صدارتی محل پر حملہ کر دیا تھا۔ مسلح افراد پہلے دو لینڈ کروزر گاڑیوں میں اندر داخل ہوئے اور انہوں نے سی آئی اے مرکز کے سامنے دھماکہ کیا۔ اس طرح ایک شدید جنگ کا آغاز ہوا جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہی۔ تقریباً آٹھ بجے یہ جنگ ختم ہوئی تھی۔ سیکیورٹی حکام کے مطابق عام لوگوں کی اموات نہیں ہوئیں ہیں، بلکہ ہلاک ہونے والے تمام افراد فوجی تھے یا مسلح حملہ آور ہیں۔ کابل شہر میں اس مرتبہ مسلح مخالفین نے سب سے اہم ہدف یعنی صدارتی محل کو نشانہ بنایا ہے۔ اس بار طالبان صدارتی محل اور سی آئی اے کے مرکزی دفتر کے دروازے پر بھی پہنچ گئے ہیں۔ مسلح افراد نے امریکی فوجیوں کے یونیفارم پہن رکھے تھے۔ وہ صدارتی محل کے سیکیورٹی گیٹ سے داخل ہوئے تھے۔ وہ صدارتی محل میں داخل ہوئے، یہاں تک کہ وہ جگہ، جہاں سی آئی اے کا مرکزی دفتر ہے وہاں بھی پہنچ گئے۔ مجھے تعجب ہے کہ کیسے خودکش حملہ آوروں کا ایک گروپ جو نہ ایک فرد ہے نہ دو افراد، آٹھ افراد ایک گاڑی میں سوار ہیں اور پوری طرح مسلح اور تیار ہیں۔ ایسی اہم جگہ میں جہاں سے عام افراد کا گزرنا بھی ناممکن ہے، وہ گروپ ان گیٹس اور چیک پوسٹس سے گزرتا ہے اور اپنے ہدف تک پہنچ کر دھماکے کر دیتا ہے۔ یہ بات انتہائی افسوس کی ہے۔"

طالبان کی ویڈیوز کا کام ایسا زبردست ہے جو دل موہ لیتا ہے۔ اگرچہ ابتدائی حالات میں سادہ ویڈیوز آیا کرتی تھیں، لیکن آہستہ آہستہ انہوں نے اس میں کافی بہتری لائی ہے۔ اب معیار ترقی کی طرف گامزن ہونے کے ساتھ ساتھ پُرکشش ہوتا جا رہا ہے۔ جیسا کہ ابتدائے تحریر میں ہم نے واضح کیا تھا اسکرین کا کام بے حد مؤثر ہوتا ہے۔ ویسے بھی ٹیکنالوجی ترقی کر کے موبائل اسکرین تک جا پہنچی ہے، جس میں ویڈیوز بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ آج کل تو ویسے بھی ویڈیو ورک تیز جا رہا ہے۔ قارئین کی طرف سے طالبان کی کسی خبر، تبصرے اور اعلامیے پر اظہارِ پسندیدگی کے اتنے تبصرے موصول نہیں ہوتے، جتنے ویڈیوز پر موصول ہوتے ہیں۔ اس لیے طالبان نے میڈیائی میدان میں ویڈیوز پر کچھ زیادہ توجہ لگا رکھی ہے۔ افغانستان کے چہار جانب سیکڑوں مووی میکر کیمرے مجاہدین کو دیے گئے ہیں۔ اسی طرح کئی صحافی بھی افغانستان کے طول و عرض میں ویڈیو کے کام سے منسلک ہو کر اپنی پیشہ ورانہ خدمات مہیا کیے ہوئے ہیں۔ اِن ویڈیوز کو چھ زبانوں: عربی، اردو، پشتو، انگلش، فارسی اور ازبکی میں نشر کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے ایک سائٹ لنک بھی www.shahamat-urdu.com پر "ویڈیوز" کے نام سے موجود ہے۔ ابھی کچھ ہی عرصہ تک "بدری لشکر 4" اپنے اردو ترجمہ کے ساتھ منظرِ عام پر آنے والی ہے۔

قریباً دو سال قبل پاکستان کے ایک مؤقر روزنامے نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا تھا: افغان نوجوانوں میں طالبان کی ویڈیوز بہت مقبول ہیں۔ اس رپورٹ کی تیاری میں افغان نوجوانوں سے انٹرویوز بھی لیے گئے تھے۔ نوجوانوں نے تسلیم کیا تھا کہ ہم نوجوان نیٹ کیفیز میں صرف طالبان کی ویڈیوز دیکھنے کے لیے جاتے ہیں۔ انہوں نے طالبان ویڈیوز کو بہت پسند کیا اور اس کام کو بے حد سراہا تھا۔ امریکن امدادی بھیک سے چلنے والے

تجدید عہد

تحریر: شکور شفق

ملک کے طول و عرض میں فدائی حملوں نے اسلام اور ملک دشمنوں کو خوفزدہ کر دیا، نام نہاد صدارتی انتخابات کی نگرانی کے لئے آئے ہوئے عالمی مبصرین خوفزدہ ہو کر افغانستان سے فرار ہو گئے، کابل کے صدارتی محل ارگ کے سامنے سرینا ہوٹل، دارالامان میں الیکشن کمیشن کے دفتر، چرچ، جلال آباد میں سرکاری تنصیبات اور کونڑ میں حکومتی بینک پر کاری ضرب اور تابڑتوڑ حملوں نے امریکہ اور مغرب کو ہلا کر رکھ دیا، سینکڑوں اہلکاران حملوں میں مارے گئے، یہ حملے درحقیقت مجاہدین کا جہادی فریضہ سے تجدید عہد کا اعلان ہے جس سے دشمن بوکھلاہٹ کا شکار ہوا اور مسلم امت کو نفسیاتی برتری حاصل ہوئی۔

مجاہدین نے انتخابات سے قبل فدائی حملے کر کے قابض افواج اور ممالک کو یہ واضح پیغام دیا کہ امریکہ کی زیر نگرانی اور زیر سایہ مغربی طرز عمل کے انتخابات ان کے لئے ہر گز قابل قبول نہیں اور دوسری جانب یہ پیغام بھی دیدیا کہ جہاد کا سلسلہ نہ صرف جاری رہے گا بلکہ وقتاً فوقتاً اسے وسعت بھی دی جائے گی اور اس عمل میں تیزی لائی جائے گی۔

اس میں شک نہیں کہ انتخابات کا ڈرامہ محض دکھاوا ہے، مغرب چاہتا ہے کہ افغانستان کے اسلامی معاشرے پر مغربی طرز حکمرانی کا نظام رائج کر کے اسلامی نظام کا راستہ روک سکے، اسلامی دنیا میں شرعی نظام کا خاتمہ عیسائی پادریوں کا دیرینہ خواب ہے اسی امید پر مغرب اور امریکہ نے صدیوں سے طویل انتظار کیا ہے اور اب بتدریج وہ جمہوری عمل مسلمانوں پر مسلط کر کے اسلامی نظام کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں، بھاری اخراجات صرف کر رہے ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ افغانی راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور اسلام ان کے دلوں میں پیوستہ ہے، مغربی دنیا ان کے دلوں سے اسلام کی محبت نکالنے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتی، بلکہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں بری طرح ناکام رہیں گے۔

ایک افغان ''آزادی ریڈیو'' نے کچھ عرصہ قبل اپنی ایک 'آزاد' تجزیاتی رپورٹ میں کہا تھا: ''طالبان کی ویڈیوز اور جہادی ترانے، ان کی نظریاتی جنگ میں بہت موثر کردار کے حامل ہیں۔'' جب کرزئی لالہ کو اس صورتِ حال کے بارے علم ہوا تو انہوں نے طالبان بارے از خود، رپورٹیں نشر کرنے اور ٹی وی چینلز پر اُن کی ویڈیوز چلانے پر پابندی لگا کر اپنے ''آزادیِ اظہار رائے کا علم بردار'' ہونے کا ثبوت فراہم کیا تھا۔ اسی طرح ایک پشتو ٹی وی چینل کی جانب سے کیے جانے والے سروے میں جب عام لوگوں اور ڈرائیور حضرات سے یہ سوال کیا گیا: ''آپ دوسرے لوگوں کی طرح گانوں کو چھوڑ کر طالبان کے جہادی ترانے سننے کی طرف کیوں اور کیسے راغب ہوئے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''بات دراصل یہ ہے اوّلاً گانے سننا حرام اور سخت گناہ کا کام ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور ہماری آخرت برباد ہوتی ہے۔ ہمیں آخرت میں حوروں کے دل موہ لینے والے ترانوں اور روح کو سرشار کر دینے والے پاکیزہ نغمے سننے سے محروم ہونا پڑے گا۔ دوسری بات یہ کہ کچھ ہی عرصے کی بات ہے، بے حیائی کو فروغ دینے والی اور ماں بہن کی شرافت کو عریانی کے سیلاب میں بہا دینے والی یہ سیکولر اور مغرب نواز حکومتیں ختم ہو جائیں گی، تب تو ہم یقیناً گانے ہرگز نہیں سُن پائیں گے۔ اس لیے ہم نے سوچا ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اپنے طور درست راستے کا انتخاب کر لیں تو کسی بھی قسم کے نقصان سے محفوظ ہو جائیں گے۔'' پاکستان کے ایک صوبائی دارالحکومت میں ایک دوست کی موبائل شاپ ہے۔ وہ لوگوں کو طالبان کی ویڈیوز، ترانے اور تقاریر موبائل میں اَپ لوڈ کر کے دیتا ہے۔ اس کا کہنا تھا: جب بھی طالبان کی کوئی نئی ویڈیو آنے کے بعد اس کی 'ایس ایم ایس کمرشل' چلتی ہے، تو کچھ ہی دیر میں لوگوں کا ایک ہجوم میری دوکان پر اُمڈ آتا ہے۔ اُن کا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ ''ہمیں طالبان کی نئی ویڈیو دی جائے، کیوں کہ کچھ دیر پہلے ہمارے پاس پیغام آیا ہے کہ طالبان نے اپنی نئی ویڈیو ویب سائٹ پر اَپ لوڈ کر دی ہے۔''

یوکرائن اور تیسری جنگ عظیم کا خدشہ

حسن مومند

یوکرائن اپنے متنازع حالات کی وجہ سے اس وقت دنیا بھر کے میڈیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔بظاہر حالات مزید بگاڑ کی جانب جا رہے ہیں اور فی الحال اس کی درستگی کے کوئی واضح علامات نظر نہیں آ رہے۔

یوکرائن کے موجودہ حالات اور احتمالی مستقبل پر چند سطور لکھنے کا ارادہ اس لیے بنا کہ ذرائع ابلاغ سے پتہ چلا کہ 20 مارچ کو بروکسل میں یورپی یونین کے رکن ممالک کی قیادت سے یورپین پارلیمنٹ کے سربراہ مارٹن شولٹیس نے خطاب کرتے ہوئے کہا" یوکرائن کے مسئلے کے باعث یورپ میں جنگ کے خطرات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔اس بات کا امکان ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد پر یورپ میں جنگ شروع ہو جائے"۔

عالمی ذرائع ابلاغ میں بھی یورپین پارلیمنٹ کے سربراہ کی باتوں سے ملتی جلتی باتیں عام ہونے لگی ہیں۔اور بہت سے لوگ یہی بات کرنے لگے ہیں کہ یوکرائن کا مسئلہ تیسری عالمی جنگ کا باعث بن سکتا ہے۔

یہاں عالمی جنگ یا دو عظیم طاقتوں کے درمیان جنگ کا خطرہ کس حد تک ہے؟زیر نظر تحریر کا مقصد بس اسی بات کی وضاحت ہے۔مگر اس سے قبل یوکرائن اور کریمیا کے گذشتہ سیاسی اور جغرافیائی حالات پر تھوڑی سی گفتگو ہو جائے۔

جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے یوکرائن انتہائی اہم ملک ہے۔مشرقی یورپ میں واقع اس کے مشرق اور شمال مشرق میں روس اور شمال مغرب میں بیلاروس واقع ہے۔مغرب میں پولینڈ، سلوا کیا اور ہنگری واقع ہیں۔اس کی مغربی سرحدیں رومانیا اور مالدوا سے ملتی ہیں۔6 لاکھ 3 ہزار 628 مربع کلومیٹر کے وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ ملک یورپ کا سب سے بڑا ملک سمجھا جاتا ہے۔اور اگر روسی یورپ کو بھی اس موازنے میں شامل کیا جائے تو یہ یورپ کا دوسرا بڑا ملک ہے۔اس کی آبادی 45 ملین نفوس پر مشتمل ہے جس میں 77 فیصد اس علاقے کے اپنے لوگ ہیں۔ 17 فیصد آبادی کا تعلق بیلاروس سے ہے۔اس کے علاوہ باقی آبادی تاتاری مسلمانوں کے بشمول دیگر اقلیتوں پر مشتمل ہے۔اس کی قومی زبان یوکرائنی ہے مگر روسی بھی عام بولی جاتی ہے۔

وسیع زرعی رقبہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یوکرائن کا شمار دنیا کے سب سے زیادہ غذائی مواد برآمد کرنے والے ممالک میں سے ہے۔2011 میں شائع ہونے والے اعداد و شمار میں یوکرائن کو غذائی اجناس کی برآمدات کے اعتبار سے تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔

کیف اور سواستوپل اس کے بڑے اور مشہور شہر ہیں۔بحر اسود کے لیے روسی سمندری جہازوں کا اڈہ بھی سواستوپل شہر میں ہے۔یہ 25 صوبوں پر مشتمل ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں یوکرائن سابقہ سوویت یونین کا حصہ تھا اور 1991 تک اس کا حصہ رہا۔مگر ٹاپو وزمہ کریمیا ایک الگ ملک تھا جسے خروشیف کے دور حکومت میں روس نے یوکرائن کا حصہ بنا دیا تھا۔

90 کی دہائی کے اواخر میں جب سوویت یونین ٹوٹ رہا تھا۔یکم دسمبر 1991 کو یوکرائن میں بھی نئے صدر کے انتخاب اور سوویت یونین سے علیحدگی کے لیے انتخابات کا انعقاد کیا گیا۔جس میں 90 فیصد لوگوں نے شرکت کی۔آزادی کے حق میں واضح اکثریت ووٹوں کے بعد اس ملک نے آزادی حاصل کی اور پہلے صدر کا انتخاب کیا گیا۔

آزادی کے حصول کے وقت یوکرائن کے پاس عالمی سطح پر ایٹمی اسلحے کا تیسرا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے دباؤ پر یوکرائن نے یہ ذخیرہ تلف کر دیا۔اس کا کچھ حصہ 1992 میں روس کے ساتھ ہونے والے ایک معاہدے کے نتیجے میں روس منتقل کیا گیا۔جبکہ یورینم

بہت کم قیمت پر مغرب نے حاصل کرلیا۔

یوکرائن ایٹمی اور دیگر جدید اسلحوں سے غیر مسلح ہوگیا تھا اسی لیے روسیوں نے اس سے کریمیا چھین لیا اور یوکرائنی اس پر ایک فائر بھی نہ کرسکے۔

آزادی کے حصول کے بعد سوویت یونین سے دیگر آزاد ہونے والے ممالک کے برعکس یوکرائن بہت زیادہ اقتصادی مشکلات کا شکار ہوگیا۔ 1991 سے 1999 تک یوکرائن کے حاصلات کا 60 فیصد حصہ ختم ہوگیا۔ جس کی وجہ سے ملک میں بدامنی اور کرپشن پھیل گیا۔ 1996 میں حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہوگئے جس سے مجبور ہوکر صدر نے استعفیٰ دے دیا۔ اور لونید کوچما دوسرے صدر بن گئے۔ انہوں نے نیا آئین نافذ کیا اور نیم صدارتی نظام کا اعلان کردیا۔ 2004 میں ہونے والے انتخابات میں وکٹریانوکووچ کی جیت کا اعلان کیا گیا۔ مگر چونکہ وہ اس وقت صدر بھی تھے اس لیے ان پر انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگایا گیا۔ عوام نے انتخابات کے نتائج مسترد کرکے اپوزیشن سربراہ وکٹریوشچنکو کے ہمراہ مظاہروں کا آغاز کردیا۔

سپریم کورٹ نے انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا۔ وکٹریوشچنکو صدر اور خاتون یولیا ٹیموشنکو وزیر اعظم بن گئیں۔

2007 میں اچانک نئے انتخابات کے لیے راہ ہموار ہوگئی جس میں یولیا ٹیموشنکو وزیر اعظم بن گئیں، وہ 11 مارچ 2011 تک اپنے منصب پر رہیں۔ اقتدار سے محرومی کے بعد ان پر اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزامات عائد کیے گئے۔ ان پر عمر قید اور 188 ملین ڈالر جرمانہ کی سزا عائد کی گئی۔

25 فروری 2010 کو وکٹریانوکوویچ صدر بن گئے۔ 22 فروری 2013 سے وہ ملک کے اس سب سے بڑے منصب پر فائز رہے۔ حالیہ عوامی مخالفت کے نتیجے میں وہ روس فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور ان کی جگہ پارلیمنٹ کے نئے سپیکر الیگزنڈر ٹرچاینوف ملک کے عبوری صدر بن گئے۔

یوکرائن کے کچھ پڑوسی ممالک جیسے پولینڈ، رومانیہ، سلواکیہ اور ہنگری ناٹو کے رکن ممالک ہیں۔ اگر ان ممالک میں سے کسی پر روس نے حملہ کردیا، یا انہیں میں سے کوئی ایک ملک یوکرائن کی مدد کے لیے روس کے مقابلے میں کھڑا ہوگیا تو امریکا اور روس کے درمیان تصادم یقینی ہوجائے گا۔ مگر نہ روس ان ممالک پر حملے کی حماقت کرے گا اور نہ یہ کمزور ممالک اپنے سے کئی گنا طاقتور روس سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔

ہاں! بالواسطہ تصادم کے امکانات ہیں وہ یہ کہ یوکرائن کو مضبوط کرنے کے لیے ہوسکتا ہے امریکا اور ناٹو کے رکن ممالک خفیہ طور پر یوکرائن کی مدد کریں۔ اور اس کے مقابلے میں روس بھی یوکرائن میں اپنے حامیوں کو خفیہ طور پر مسلح کردے۔ اس طرح یوکرائن میدان جنگ بن جائے گا اور یہ روس کے لیے ہرگز اچھی خبر نہ ہوگی۔

باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعلان آزادی کے بعد سے اب تک گذشتہ 2 عشروں تک یوکرائن سیاسی خلفشار رہا۔ مگر موجودہ سیاسی بحران گذشتہ حالات کی بنسبت اس لیے زیادہ زیادہ خطرناک ہے کہ اس بار یوکرائن میں دنیا کی بڑی طاقتوں کے مفادات ٹھکرا گئے ہیں۔ اور حالات دن بدن خراب ہوتے چلے جارہے ہیں۔

جن ممالک میں انقلابات کا ظہور ہونے لگتا ہے وہاں کبھی کبھی ایسے واقعات بھی جنم لیتے ہیں جو زمینی حقائق کو بہت پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یوکرائن میں بھی یہی ہوا۔ انتہائی حیران کن تیزی سے احتجاجی مظاہرے انقلاب میں بدل گئے۔ یہ ڈرامائی واقعات 18 سے 25 فروری کے درمیان پیش آئے۔

یوکرائن کے حوالے سے روس اور مغرب کے درمیان گذشتہ سال 22 نومبر کو کشمکش کا آغاز اس وقت ہوا جب یورپی یونین نے یوکرائن کو تجارتی معاہدے کی پیشکش کی۔ جس کی رو سے یوکرائن کو یورپی یونین سے تجارت کے لیے شہر "کیف" کے دروازے کھولنے تھے۔ روس سے قریبی تعلقات رکھنے والے یوکرائنی صدر وکٹریانوکوویچ نے اس پیشکش کو مسترد کردیا۔ جس کے خلاف اپوزیشن نے یورپی یونین سے معاہدے کے حق میں لوگوں کو چوک "آزادی" پر جمع ہونے کو کہا۔ اس میدان میں بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ مظاہرے دن بدن بڑے ہوتے گئے۔ صدر نے نہ صرف یہ کہ مظاہروں پر توجہ نہ دی بلکہ روس کے ساتھ 15 کروڑ ڈالر کے تعاون کا معاہدہ بھی کیا۔ مظاہرین کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ اکثر مبصرین نے اسے روسی صدر پیوٹن کی فتح قرار دی۔

جنوری میں مظاہرے کچھ کم ہوگئے مگر فروری میں پھر مظاہرے بڑھ گئے۔

صدر وکٹریانو کووچ پر مغرب کا دباؤ بڑھ گیا۔ کیوں کہ مغرب کو یقین تھا کہ اگر روس کا راستہ نہ روکا گیا تو ایک بار پھر سرد جنگ کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ مظاہرے اور دباؤ بڑھنے کی وجہ سے یوکرائنی صدر نے اپوزیشن کو حکومت میں شرکت کی دعوت اس امید پر دی تھی کہ اس طرح مظاہرے ختم ہو جائیں گے اور ان کا اقتدار 2016 تک پہنچ جائے گا۔ مگر جب اس کا کوئی فائدہ سامنے نہ آیا تو اپوزیشن کو دھمکی دی کہ حکومت کے لیے مشکلات پیدا کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔

انہیں دنوں یوکرائنی صدر اولمپیک کے ممکنہ کھیلوں کے سلسلے میں سوچی چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے روسی حریف سے بھی ملاقات کی۔ روس سے واپسی کے بعد انہوں نے آزادی چوک پر جمع مظاہرین کو منتشر کرنے کا حکم دیا۔ سیکیورٹی حکام نے مظاہرین کو 12 گھنٹے کا وقت دیا۔ وقت پورا ہونے پر جب مظاہرین منتشر نہ ہوئے تو سیکیورٹی اہلکاروں نے زبردستی انہیں اٹھانے کی کوشش کی مظاہرین نے ان پر پٹرول بم اور آگ کے گولے پھینکے۔ جوابی کارروائی میں اہلکاروں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں 100 کے قریب جانیں گئیں۔

اس واقعے کے بعد امریکا نے جرمنی سے اس مسئلے میں ثالث بن کر کردار ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ جرمنی، فرانس اور پولینڈ کے وزرائے خارجہ امریکا کے اس مطالبے کے بعد کیف پہنچے۔ جہاں انہیں یوکرائنی صدر اور اپوزیشن کے درمیان قومی حکومت کی تشکیل، صدر اور پارلیمنٹ کے درمیان اختیارات کی تقسیم، 2004 میں بننے والے آئین کے نفاذ، ہلاک ہونے والے افراد کے واقعے کی تحقیقات اور ستمبر میں انتخابات کے انعقاد پر طے پائے جانے والے معاہدے میں کامیابی ملی۔

امریکا نے معاہدے کو تسلیم کر لیا۔ روس نے اس کے نفاذ میں تعاون کا یقین دلایا مگر مظاہرین نے اس معاہدے کو مسترد کر دیا اور صدر سے جلد از جلد مطالبے پر اصرار کرتے رہے۔ اس وقت پارلیمنٹ کا اجلاس بلایا گیا جس میں پارلیمنٹ کے 387 ارکان نے شرکت کی۔ شرکاء کی واضح اکثریت سے پارلیمنٹ کے نئے سپیکر کا انعقاد کیا گیا۔ سپیکر نے ارکان پارلیمنٹ کے اتفاق سے تورچینوف کو عبوری صدر، وزیر داخلہ کی برطرفی، آئین کے نفاذ، انتخابات کے قوانین میں ترمیم اور سابق صدر یولیا تیموشنکو کی جیل سے آزادی کا فیصلہ کیا۔

پارلیمنٹ کے فیصلوں سے کچھ دیر قبل یوکرائنی صدر نے اپنے ٹیلی ویژن خطاب میں کیف میں پیش آنے والے واقعے کو بغاوت سے تعبیر کیا اور کہا کہ صرف وہی قانونی صدر ہیں۔ مگر جب حالات موافق نظر نہ آئے تو صدر وکٹریانو ملک کے مشرقی حصے "خرکیف" چلے گئے جہاں روسی بولنے والوں کی اکثریت ہے۔ صدر کے خرکیف کی جانب فرار کے بعد حالات کے درستگی کی کچھ امیدیں پیدا ہوئیں مگر جب وکٹریانو کووچ کے مطالبے پر روس نے اپنی فوجیں یوکرائن کے شہر کریمیا میں داخل کیں اور اس پورے علاقے پر جارحیت کردی تو حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ روس کے اس اقدام کو یوکرائن کے عبوری صدر نے اپنے ملک پر فوجی جارحیت قرار دیا۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اس حوالے سے امریکا اور برطانیہ سے مدد طلب کی۔

2 مارچ کو برسلز میں ناٹو کے رکن ممالک کے رہنماؤں کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں روس کے اس اقدام کی مذمت کی گئی۔ اسے یورپ کے تحفظ کے لیے خطرہ قرار دیا گیا اور روس سے مطالبہ کیا گیا کہ کریمیا سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ مگر نہ صرف یہ کہ مغرب کے اس مطالبے کو نظر انداز کیا گیا بلکہ کریمیا حکومت نے کی جانب سے ہونے والے سروے میں کریمیا کے نوے فیصد لوگوں نے روس کے ساتھ الحاق کے حق میں رائے دی۔ روسی پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد صدر ولادیمیر پیوٹن نے روس کے ساتھ کریمیا کے الحاق اور شمول کے معاہدے پر دستخط کر دیے۔ اس طرح ایک ہفتے میں کریمیا روس کا حصہ بن گیا۔

6 مارچ کو امریکا نے روس اور کریمیا کے ویزے پر پابندی عائد کر دی۔ اسی طرح برسلز میں 28 رکن ممالک کے ہنگامی اجلاس میں بھی روس پر محدود پابندیاں عائد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور مسئلے کے مصالحانہ انداز میں حل نہ ہونے کی صورت میں یہ پابندیاں بڑھانے کا عندیہ بھی ظاہر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یورپی یونین نے روس کے 12 اور امریکا نے 20 فوجی اور سیاسی رہنماؤں پر پابندیاں بھی لگوائی ہیں۔ اسی طرح امریکا اور اتحادی ممالک نے G8 ممالک سے روس کی رکنیت بھی معطل کر دی ہے۔

امریکی صدر بارک اوباما نے کہا ہے کہ: کریمیا میں روسی فوج کے داخلے نے یوکرائن کی خود مختاری پر سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ اس لیے روس کو کریمیا سے اپنی فوجی نکال لینی چاہئیں۔

مگر روسی صدر پیوٹن کا کہنا ہے کہ "کریمیا میں سروے جمہوری اصولوں کے مطابق ہوا ہے۔ مغرب سرد جنگ کو ہوا دینے سے باز آجائے، روسی مفادات کے خلاف کچھ کہنے سے مزید احتراز کرے، یوکرائن میں روسی بولنے والے لوگوں کو خطرات کا سامنا ہے جن کا تحفظ روس کی ذمہ داری ہے"۔

مختصر یہ کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد پہلی بار روس اور امریکا کی

قیادت میں مغرب آپس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا نظر آرہے ہیں۔
یوکرائن جسے مغرب اپنا حصہ بنانے والا تھا روس نے اس کا ایک حصہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ یوکرائن کے مزید خطوں پر حملے کا امکان رد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ سابق سوویت یونین کے رکن ممالک کو ایک بار پھر روس کے زیر تسلط لانا صدر پیوٹن کا ایک خواب ہے۔
اس لیے اب سوال یہ ہے کہ یوکرائن کی سرزمین پر روس اور مغرب کے مفادات بہت شدت سے آپس میں ٹکرا گئے ہیں۔ اس لیے جیسا کہ عالمی میڈیا بہت زور شور سے پروپیگنڈا کررہا ہے کہ فریقین کے درمیان جنگ کا آغاز اور پھر تیسری جنگ عظیم میں بدل جانے کا خطرہ موجود ہے۔
اگر حالات کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ اپنا بازار گرم رکھنے کے لیے عالمی میڈیا کو محض ایک بڑا موضوع ہاتھ آگیا ہے۔ حالات کبھی بھی اس جانب نہیں جارہے جس کی پیشن گوئی کی جارہی ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ مغرب اور روس کے مفادات کا سخت ٹکراؤ آگیا ہے۔ یہاں کوئی بھی فریق دوسرے کو حاوی دیکھنا نہیں چاہتا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے نقصانات دونوں کے سامنے ہیں۔ افغانستان کی جنگ میں روس کی ٹوٹی کمر اب تک سیدھی نہیں ہوسکی ہے۔ رہا امریکا تو وہ ابھی اپنی تاریخ کے سب سے طویل جنگ میں گھیر لیا گیا ہے۔ اور تمام تر کوششوں کے باوجود اس سے نکلنے کی اس کی کوئی کوشش ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی۔ تو کیوں کر دونوں تو تیں مالی اور جانی لحاظ سے ایک بڑی اور تباہ کن جنگ کی بھٹی میں خود کو ڈالیں گے۔
امریکا خود جنگ سے کنارہ کشی چاہتا ہے جبکہ روس بھی جنگ کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ روس کو اپنی طاقت کا غرور ہے نہ وہ درحقیقت اتنا طاقت ور اور مغرور ہے جتنا کہ بعض میڈیا ذرائع اسے ظاہر کررہے ہیں۔
یہ حقیقت ہے کہ روس کی حالت 90 کی دہائی کی بنسبت اب کافی بہتر ہے۔ اس نے ہر لحاظ سے ترقی کی ہے۔ اور وہ دنیا میں ایک بار پھر نمایاں ہونے لگا ہے مگر روس ابھی طاقت کے ان حدود کو چھو نہیں سکا ہے جہاں سے وہ تن تنہا مغرب اور امریکا کے مقابلے کے لیے آنکلے۔ کریمیا پر قبضے کے بعد جب یورپ اور امریکا نے روس سے تجارتی تعلقات ختم کردیے اور جولائی میں ہونے والے G8 ممالک کی کانفرنس میں شرکت سے انکار کردیا تو عالمی مارکیٹ میں ڈالر کے مقابلے میں روسی کرنسی کی قیمت اتنی گرگئی کہ اپنی کھوئی ہوئی قیمت دوبارہ حاصل کرنے یا کم از کم مزید گرنے سے بچانے کے لیے روس کو مجبوراً مارکیٹ کو دس بلین ڈالر پیش کرنے پڑے۔
تو لگتا ہے ایسا ہے کہ کریمیا پر قبضے کے بعد روس منتظر رہے گا اور یہ دیکھنے کی کوشش کرے گا کہ اگر مغرب کے ساتھ تعلقات خراب ہونے اور پابندیاں لگنے کے باعث اس کی معیشت کو نقصان ہوتا ہے تو وہ نرم رویہ اپنا کر معاملہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گا اور شاید وہ کریمیا سے مزید ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ اور اگر اس کی معیشت کو نقصان نہ ہوا تو پھر ہوسکتا ہے کہ روس یوکرائن کے دیگر حصوں میں بھی عسکری اقدامات کرے۔ جس سے بدیہی طور پر امریکا اور مغرب کے ساتھ اس کے تعلقات اور بھی خراب ہوجائیں گے۔
مگر پھر بھی امریکا اور روس کے درمیان تصادم کی صورتحال پیش نہیں آئے گی کیوں کہ یوکرائن ناٹو کا رکن نہیں ہے، اور روس کے مقابلے میں براہ راست جنگ سے گریز کے لیے امریکا کو یہی بہانہ کافی ہوگا۔ ہم اور آپ دیکھ چکے ہیں جب یورپی یونین کی پارلیمنٹ نے اعلان کیا کہ روس سے براہ راست جنگ کے امکانات بڑھ رہے ہیں تو اس کے اگلے روز بارک اوباما نے صحافیوں کو نہایت دوٹوک الفاظ میں کہا کہ امریکا کبھی بھی روس کے خلاف فوجی طاقت کا استعمال نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا یوکرائن ناٹو کا رکن نہیں اور امریکا صرف اپنے اور اپنے اتحادیوں کے دفاع کا ذمہ دار ہے۔ انہوں نے اپنی فوجی قوت کی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ روسی افواج کو طاقت کا استعمال کرکے کریمیا سے نکال دیا جائے۔
یوکرائن کے کچھ پڑوسی ممالک جیسے پولینڈ، رومانیہ، سلواکیہ اور ہنگری ناٹو کے رکن ممالک ہیں۔ اگر ان ممالک میں سے کسی پر روس نے حملہ کردیا، یا انہیں میں سے کوئی ایک ملک یوکرائن کی مدد کے لیے روس کے مقابلے میں کھڑا ہوگیا تو امریکا اور روس کے درمیان تصادم یقینی ہوجائے گا۔ مگر نہ روس ان ممالک پر حملے کی حماقت کرے گا اور نہ یہ کمزور ممالک اپنے سے کئی گنا طاقتور روس سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔
ہاں! بالواسطہ تصادم کے امکانات ہیں وہ یہ کہ یوکرائن کو مضبوط کرنے کے لیے ہوسکتا ہے امریکا اور ناٹو کے رکن ممالک خفیہ طور پر یوکرائن کی مدد کریں۔ اور اس کے مقابلے میں روس بھی یوکرائن میں اپنے حامیوں کو خفیہ طور پر مسلح کردے۔ اس طرح یوکرائن میدان جنگ بن جائے گا اور یہ روس کے لیے ہرگز اچھی خبر نہ ہوگی۔

آج کا ابو عبد اللہ

نسیم خان محمدی

خود بِک گئے حیات کی نیلام گاہ میں
وہ بانٹتے تھے، جو کبھی کون و مکاں کی بھیک

سلطنت ہسپانیہ کے آخری غدار بادشاہ ابو عبد اللہ، عیسائی فرماں روا فرڈی نینڈ کو گم گشتہ جنتِ مسلماں اندلس کی چابیاں دے کر بھیک میں ملی "البشرات" کی چوٹیوں پر پہنچا، تو بے ساختہ اس نے مڑ کر اپنے ہی ہاتھوں جلا دیے جانے والے اپنے نشیمن غرناطہ کی طرف دیکھا اور اپنے خاندان کی گزشتہ شان و شوکت پر آخری نظر ڈال کر بے ساختہ زار و قطار رونے لگا۔ ابو عبد اللہ کی ماں نے، جو اس وقت اس کے ہمراہ تھی، ابو عبد اللہ کو مخاطب کر کے بڑے تاریخی الفاظ کہے تھے... "جب تو باوجود ایک مردِ سپاہ پیشہ ہونے کے اپنے ملک کو نہ بچا سکا، تو اب عورتوں کی طرح ایک گم شدہ چیز پر رونے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا"۔

یہ صرف غدارِ غرناطہ ابو عبد اللہ کے دامن داغدار کا عیب نہیں ہے، بلکہ غیروں کے پاؤں کی خاک کو اپنے چہرے کا غازہ باور کرنے والے ہر مسلمان حکمران کا المیہ رہا ہے۔ جب یہ غیر مسلم طاقتوں کے مفادات کی چوکیداری کرتے کرتے اپنی مدت نگہبانی پورے کرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں، تب ان کے بیانات "کرزئی نوعیت" کے ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں تو سوال یہ ہے کہ اب قومِ مسلم کو اس غلام حاکمِ وقت کی پشیمانی سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ اس بدو کے گھر لوٹ آنے سے اہل وطن کو کون سے خوشی ہے؟

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

اس موقع پر جب نازک دلوں کی دھڑکنوں سے دماغ کی رنجیدہ خاطر رگوں میں فکری لہریں اودھم مچاتی ہیں، تو یہ سوال کیا جاتا ہے: "آخر یہ کرزئی قبیلے کے لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان کو پہلے ہی یہ خیال کیوں نہیں آجاتا کہ ہم غیر مسلموں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ مسلم دشمن طاقتیں ہمیں اسلام، اہل اسلام اور مملکت اسلامیہ کے خلاف استعمال کر کے ٹشو پیپر کی طرح پھینک دیں گی؟ عراق کے صدام حسین... مصر کے انوار السادات، حسنی مبارک اور جمال عبد الناصر... ایران کے ڈاکٹر مصدق، رضا شاہ پہلوی ... لیبیا کے معمر قذافی... فلسطین کے یاسر عرفات اور محمود عباس ایک کھلی ڈائری کی عبرت انگیز تحریریں ہیں۔ یہ ہزیمت کی ایک مکمل تاریخ ہیں۔ اس تاریخ سے سبق لینا یہ لوگ کیوں گوارا نہیں کرتے؟

دراصل مسئلہ یہ ہے تاریخ کا بار بار اپنے آپ کو دہرانا... زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے حکمران گزرے ہیں، جو اپنی قوم کی توقعات پر پورا اترے ہیں۔ انہوں نے غیرت و حمیت اور خودداری کا دامن نہ چھوڑ کر خود کو تاریخ کے اس باب کی فصل بنالیا ہے، جس میں اس کے قابل رشک اندازِ جہاں بانی کا تذکرہ سنہری حروف میں کیا گیا ہوتا ہے۔ جیسے خیر و شر کی کش مکش ازل سے جاری ہے۔ دنیا میں اچھے اور بُرے کردار ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح تاریخ کے اوراق میں پسندیدہ اور قابل نفرت حکمرانوں کی ایک فہرست ہے۔ یہ جو تاریخ بار بار خود کو دہراتی ہے۔ یہ صدام حسین کے مرہون منت ہے۔ یہ انور السادات کی بدکرداریوں کا نتیجہ ہے۔ کرزئی کی صورت میں تاریخ خود کو اسی لیے دہرا رہی ہے۔ روسی پٹھو جنرل نجیب سے سبق حاصل نہیں کیا گیا۔ اگر محمود عباس اپنے پیش رو یاسر عرفات کی افسوس ناک زندگی سے سبق حاصل کر لیتے، تو تاریخ اپنے آپ کو کبھی نہ دہراتی۔ تاریخ کی چھانٹی، تا ابد اسی طرح چلتی رہے گی۔ اصل امتحان یہ ہے کہ اس امتحان میں کون پاس اور کون اپنی نالائقی کی بنا پر فیل ہوتا ہے؟

یہ بات طے ہے کہ دشمن کی سازش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی، جب تک مخالف... مدمقابل کے اندر سے غدارانِ وطن کی خدمات حاصل نہ ہوں۔ اور اس قسم کے ننگِ وطن لوگ دنیا کی ہر قوم میں مل جاتے

ہیں۔ دشمن ہمیشہ اپنی مخالف قوم کے ایسے افراد کو تلاش کرتا ہے، جو اس کی ڈگڈی پر کٹھ پتلی کی طرح ناچ سکیں۔ اسی حوالے سے ایک رپورٹ میں امریکی خفیہ ایجنسیوں کی مسلم ممالک کے بارے میں ریشہ دوانیوں کا تذکرہ آیا ہے کہ: ''امریکی خفیہ ایجنسیوں نے اسلامی ممالک کے ایجنڈے اب خود ہی متعین کرنا شروع کر دیے ہیں۔ ان ایجنسیوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے تمام اسلامی ممالک کے دارالحکومتوں اور خاص خاص دیہی اور مضافاتی علاقوں میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور ایسی تنظیموں اور افراد کے حوالے سے فیصلہ کن کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے کہ کون کون سی تنظیمیں اور ادارے ''دہشت گرد'' ہیں۔ ان ایجنسیوں کے اہل کار جن افراد یا تنظیموں کو دہشت گرد یا دہشت گردی کے حوالے سے تعاون کرنے والا قرار دیتے ہیں، ان پر پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں اور ان کے راہنماؤں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ مصری اسلام پسند جماعت ''اخوان المسلمون'' اس کی واضح اور تازہ مثال ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عرب حکمرانوں کی ریاستی عیاشیوں سے جو بھی مسلم واقف ہے، اس کے لیے یہ بات باعث حیرت ہرگز نہیں ہوگی کہ سعودی عرب اور کویت کی مرضی بھی اسی میں ہے کہ اخوان المسلمون کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دے کر ایک اسلامی حکومت کے انقلابی تصور کی روک تھام کی جائے۔ جب کہ حیرت کی بات یہ ہے کہ دنیاوی مفادات نے ان عرب حکمرانوں کی فکر و دانش کی گتھیاں یہاں الجھا رکھی ہیں کہ شام میں یہودی اولاد... شیعہ بشار کے ہاتھوں مرنے والے مسلمانوں کی امداد کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ لیکن مصر میں بذات خود ثابت شدہ یہودی عبدالفتاح السیسی کے ہاتھوں تباہ ہونے والے مسلمانوں کو سیسی کی مالی امداد بہم پہنچا کر دہشت گردی کا شکار کر رہے ہیں۔ ناطقہ سربہ گریباں ہے کہ اس دوغلے پن کو کن ہلکے الفاظ کا جامہ پہنا کر حرمین کے خادموں کی عزت کی جائے؟؟؟

درحقیقت یہی وہ امریکی و اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ ہیں، جن کی جہاد مخالف کاروائیوں اور پالیسیوں کی وجہ سے بیشتر عرب و عجم مسلم حکومتی اہل کار اور عہدیدار اپنے اپنے ملکوں میں تمام اقتصادی اور سماجی مسائل و معاملات چھوڑ کر ''دہشت گردوں اور ان کے معاونین'' کو گرفتار کرنے کے مذموم کاموں میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ ملکی سلامتی اور حقوق انسانی کے حوالے سے قوانین میں من مانی ترامیم شروع کی جا چکی ہیں۔ جب کہ اقتصادی قوانین کو اپنی پسند کے مطابق بنایا جا رہا ہے، تاکہ ''زر'' کا بہاؤ امریکہ کی طرف رہنے کے ساتھ ساتھ امریکہ کے لیے مشکلات پیدا کرنے والے دہشت گردوں کے ہاتھ مضبوط نہ ہو سکیں۔ اور القاعدہ کے ہمدردوں اور مشکوک دہشت گردوں... خاص کر القاعدہ سے تعلق رکھنے والوں تک اس کے ہمدردانہ مالی امداد نہ پہنچ سکیں۔ اس مقصد کے لیے اسلامی تنظیموں، خیراتی اداروں اور دینی مدارس کے فنڈز جمع کرنے کے حوالے سے قوانین وضع کیے جا رہے ہیں۔ معدودے چند ایک کے علاوہ تمام مسلم حکمران ایسے علماء، دانشوروں اور مذہبی اسکالرز کو جو.. جہاد اور مجاہدین کے حامی ہیں، قرآن وحدیث پیش کرتے ہیں، نہ صرف نظرانداز کر رہے ہیں، بلکہ ان کے لیے قید وبند، جلاوطنی اور معزولی کے ہتھکنڈوں کا استعمال عمل میں لایا جا رہا ہے۔ ان کی جگہ ایسے علمائے سوء، وحی الٰہی کی روشنی سے محروم دانش وروں اور مذہب کے نام پر اپنے پھیکے پکوان کی دوکان چمکانے والے اسکالرز کو ان متعلقہ شعبوں میں جگہ دی جا رہی ہے، جو جہاد اور مجاہدین کے بجائے اصل مسائل کو زبانی کلامی مذمت تک رکھتے ہیں۔ عملاً کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کے مصداق یہی حکمران خود کو دنیا کا اعلیٰ ترین اعتدال پسند باور کراتے نہیں تھکتے۔

دوسری طرف جب ایمانی کیفیات سے لبریز مسلمان عوام اپنی اقدار کے تحفظ کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنے حکمرانوں سے پابندیٔ زنداں کے حکم حاکم کی وجوہات پوچھتے ہیں، تو تعزیر وسلاسل کا ایک نیا دور شروع کر دیا جاتا ہے۔ ان حکمرانوں نے اپنے ان مکروہ اور ناجائز اقدامات کو اہلیان اسلام کے رد عمل سے بچانے کے لیے اولاً تو فوجوں کو استعمال کیا۔ ثانیاً ملک میں سیکولر نظام تعلیم لاگو کر دیا۔ یہ ایسی دو دھاری تلوار ہے، جس کا ایک رُخ... روح کا رشتہ جسم سے ختم کر دیتا ہے اور دوسری دھار... ایمان کا تعلق انسان سے کاٹ دیتا ہے۔ ان غلط اطوار حاکموں نے ایک تیسرا اور بے حد خطرناک داؤ یہ چل دیا ہے کہ عوام کو مہنگائی، سودی معیشت اور پیٹ کی فکر میں قید کر رکھا ہے۔ نتیجۃً اسلام پسند طبقے ''اسلامی فوجوں'' کے جبر وناروا سلوک کے خوف سے کسی مذہبی تحریک میں حصہ لینے سے ہچکچاتے ہیں۔ دوسرے لبرل ازم کی تعلیم نے ان کو 'نظریۂ ضرورت' اور مصالح نفسانیہ کے دلدل میں پھنسا دیا ہے۔ یہ تعلیم ان کی غیرت وحمیت کا جنازہ نکال کر ظلم وستم کا ممنون ومشکور بنا دیتی ہے۔ بے حسی کو وقت کی آواز بنا دینے والے دینی تحریکات کو چوتھا اور پانچواں درجہ بھی دے دیں، تو بڑی باتیں کہی جاتی ہے۔

جبر کا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے اور ذلت انگیزی کا کوئی ڈھنگ ایسا نہیں ہے، جو ان حکمرانوں نے اپنے مسلم عوام کے خلاف نہ اپنایا ہو۔ یہی وجوہات ہیں.. جو کسی بھی سلطنت کی تباہی کا باعث بن جاتی ہیں۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں: ''ایک اچھی اور حسن تدبیر والی سلطنت میں بادشاہ اپنی رعایا سے اکرام وعزت سے پیش آتا ہے۔ ظلم وتعدی سے اسے بچاتا ہے اور اس کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ جب کہ مزے کی دلچسپ بات یہ ہے کہ دشمنوں سے دفاع اور ظلم وطاغوت سے حفاظت فی نفسہ ایک ایسا عنصر ہے، جس سے سلطنت کی مضبوطی کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ظالم صرف ظلم ہی نہیں کرتا، بلکہ وہ جس قوم پر ظلم کر رہا ہوتا ہے، اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کی خاطر اس میں سے غدار لوگوں کو اپنے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بھی بنانا چاہتا ہے۔ اسی لیے دشمنوں سے بچاؤ ہی ایک ایسا کام ہے، جو قوم کو ظلم وعدوان اور دشمنوں کے ہاتھوں کھیلنے سے بچاتا ہے۔ یہی وہ محفوظ ومامون قوم ہوتی ہے، جو اپنے ملک کی سچی وفادار بن جاتی ہے اور دل وجاں سے حفاظت وطن کا فریضہ ادا کرتی ہے۔ ہاں اگر اس شاہی تحفظ کے ساتھ بادشاہ وقت کی جانب سے احسان واکرام اور مالی عنایتیں بھی ہوتی رہیں تاکہ رعایا تنگ دست اور تنگی معاش کا شکار نہ رہے، تو یہ اقدامات بادشاہ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنادیتے ہیں۔ جس سے تمام ملک و سلطنت میں بے لوث حمایت و عصبیت کی جڑیں نہایت مضبوط ہو جاتی ہیں۔ پھر دشمن کے لیے ایسی قوم کو للکارنا، جوئے شیر لانے اور بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے۔ ہسپانیہ میں وقت کے امیر المؤمنین عبدالرحمن الثالث کے دورِ حکومت کو تب کی ''اقوام متحدہ'' کی حیثیت حاصل تھی۔ 447ھ میں یورپ کی ریاست 'نوار' میں ایک عورت 'طوطہ' نامی حکمران تھی۔ وہ اپنے بیٹے شاہ نوار اور ایک نواسے 'شانجہ' شاہ لیون کو لیے خلیفہ عبدالرحمن کے دربار میں حاضر ہوئی۔ طوطہ کے بیٹے 'نوار' اور نواسے 'شانجہ' ... دونوں کی ریاستیں، ان کے ہم مذہب ریاستی رقیبوں کی جانب سے بہ جبر وستم چھین لی گئی تھیں۔ اب یہ تینوں فرانس سے فریادی بن کر حاضرِ خدمت ہوئے تھے۔ یہ ایک نہایت جاذبِ توجہ نظارہ تھا۔ راستے کے جن جن شہروں اور قصبوں میں یہ لوگ قیام کرتے تھے، لوگ ان کو دیکھنے کو جمع ہو جاتے تھے کہ کئی غیر مسلم بادشاہ، فریادی بن کر دربارِ قرطبہ کی طرف جا رہے ہیں۔ قرطبہ کے قریب پہنچے، تو اسلامی روایات کے تقدس کا بھر پور مظاہرہ کرتے ہوئے، غیر مسلموں کی معاندانہ روشوں کے بر خلاف خلیفہ المسلمین کی طرف سے ان کا شاندار استقبال ہوا۔ دربار میں خلیفہ کے سامنے حاضر ہوئے، تو دربار کی شان اور خلیفہ کے رعب وجلال نے ان کو مبہوت اور سر بہ سجود کر دیا۔ خلیفہ نے ان کی تشفی اور دلداری کی اور اپنے فوجی دستوں کو ان کے ساتھ روانہ کیا کہ ریاست لیون اور جلیقیہ کی حکومت، شانجہ کو دلا دی جائے۔ چنانچہ امیر المؤمنین عبدالرحمن الثالث کی فوجوں نے غاصب رئیس 'اردونی چہارم' کو بے دخل کر کے شانجہ اور لیون کو بادشاہ بنا دیا۔ اردونی بھاگ کر قسطلہ میں فرڈی نینڈ کے پاس چلا گیا اور سلطانی فوجوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اردونی کے انجام کو دیکھ کر ایک اور شاہِ برشلونہ اور رئیس طرکونہ نے اپنے سفیر دربارِ قرطبہ کی طرف بھیج کر التجا کی۔ ہم دربارِ خلافت کے غلام ہیں اور اپنی اپنی سلطنت کو عطیۂ سلطانی سمجھتے ہیں۔ اطاعت وفرماں برداری کی شرائط کو بجالانے میں بالکل بھی پس و پیش سے کام نہیں لیں گے۔ لہٰذا ہم کو ہماری سلطنتوں کی سندیں پھر عطا فرمائی جائیں اور ہمارے اظہارِ اطاعت کی تجدید کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا جائے۔ خلیفہ ناصر نے ان عیسائی بادشاہوں کے نام اپنی رضامندی وخوشنودی کے احکام روانہ کر کے ان کو مطمئن کر دیا۔

لیکن آج معاملہ یکسر مختلف ہے۔ آج مسلمانوں کی حالت اس قدر پتلی ہو چکی ہے کہ دل بے اختیار خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ مسلمانوں نے غیروں کی غلامی اختیار کر کے وہ کارہائے شرم ناک انجام دیے ہیں، مسلم تو مسلم... انسانیت کے ریشے ریشے میں خجالت وذلت اور ہلاکت خیز شرمندگی کی لہریں اتھل پتھل مچائے ہوئے ہیں۔ یہ غلام قوم کی نشانی ہے۔ ''افغان جنگ، امریکی مفادات کی جنگ ہے۔'' کرزئی کا یہ بیان اسی نوعیت کا بیان ہے۔ ان کے اِس بیان اور ہسپانوی فرماں رواکے رونے میں کیا فرق ہے؟ کرزئی آج کا ابو عبداللہ ہے۔ جس نے ایک ہنستی بستی سلطنت کو اُجاڑ دیا ہے۔

◆◆◆

عبدالقادر سیف

اسلام اور مغربی روشن خیالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

سابقہ مضامین میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ مسلمان اہل مغرب سے عسکری اور فکری دونوں محاذوں پر صف آراء ہیں۔اور یہ مغربی استعماری طاغوتی طاقتیں اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ مسلمانوں کو عسکری محاذ پر شکست دینا ہرگز آسان ہدف نہیں۔اس لئے انہوں نے اپنی کاوشوں کو دوسرے محاذ پر زیادہ بھرپور انداز میں صرف کرنا شروع کردیا۔اور شومیٔ قسمت کہ مسلمان اس محاذ پر پوری طرح ان کے سامنے نہ کھڑے ہوسکے۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدانخواستہ مسلمان فکری طور پر کمزور بنیادوں کے حامل ہیں بلکہ اس کی وجہ مغرب کا وہ دجالی ہتھیار ہے جو اب تک مجموعی اعتبار سے مسلمانوں کے قبضے میں نہیں آسکا ہے۔اور جسے آج کی دنیا میں "میڈیا" کہا جاتا ہے۔

اسی ہتھیار سے مسلمانوں کے شکار کے لئے آج کل روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نعرے کا چہار سو غلغلہ ہے۔اس غلغلے کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روشن خیالی کوئی نیا تصور ہے جو پہلے کبھی دنیا میں رائج نہ رہا ہو۔اور آج کی دنیا، خاص کر اسلامی دنیا اس کو عملاً اختیار کئے بغیر کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔

ویسے الفاظ کی رو سے دیکھا جائے تو واقعتاً یہ الفاظ اس قدر پرکشش اور خوبصورت ہیں کہ ان کی رعنائی پر فدا ہونے ہی کو جی چاہنے لگے۔اس لئے کہ بظاہر تو اس کا مطلب یہی ہے کہ روشن خیالی کہتے ہیں خیالات اور تصورات کے تاریکی سے پاک ہونے کو۔اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت ہی اچھی چیز ہے۔لیکن اے کاش کہ روشن خیالی کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کے ہاں بھی اس کا یہی مطلب ہوتا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی لفظ کو اسی مفہوم پر رکھنا چاہیے جو کہنے والے مراد لے رہے ہوں۔اگر معاشیات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہو تو ماہرین معاشیات جو معنی مراد لیتے ہوں وہ،اور سیاسیات کی بحث ہو تو اہل سیاست کے عرف کے مطابق معنی لیے جانے چاہئیں۔بالکل اسی طرح تمدنی، ثقافتی اور سماجی حوالے سے جب روشن خیالی جیسے الفاظ کا استعمال ہو تو انصاف کا تقاضا یہی ہوگا کہ ان کے وہی معنی مراد لیے جائیں جو تہذیبی، سماجی اور تمدنی علوم پر کام کرنے والوں کے ہاں مراد ہوتے ہیں۔آیئے معروف آن لائن انسائیکلوپیڈیا "وکیپیڈیا" کے الفاظ میں روشن خیالی کا معنی دیکھتے ہیں۔

دورِ استبصار یا دورِ روشن خیالی اٹھارویں صدی میں یورپ میں ثقافتی تحریک کا نام ہے جس کا مرکز فرانس میں تھا جہاں اس کی قیادت رینے دیکارت اور ڈینس دیدرو جیسے فلسفی کر رہے تھے۔

اس روشن خیالی کا سب سے اہم عقیدہ لوگوں کی اپنی وجوہات کے یقین کا عقیدہ تھا۔سب لوگ اپنے تئیں سوچ کی صلاحیت رکھتے ہیں۔لہذا، کسی شخص کو غیر اختیاری طور پر خود بخود طاقت اور دیگر حکام کا یقین نہیں کرلینا چاہیے۔ان کے خیال کے مطابق لوگوں کو اس کا بھی یقین نہیں کرلینا چاہیے جو چرچ سکھاتا ہے یا جس کی پادری تبلیغ کرتے ہیں۔ایک اور اہم خیال یہ تھا کہ ایک معاشرہ اس وقت سب سے بہتر ہوسکتا ہے جب تک اس کے تمام ارکان، ان کی حیثیت سے قطع نظر، اس کے ترقی کے لئے یکساں طور پر تعاون کریں۔

وکیپیڈیا کے مندرجہ بالا اقتباس سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔روشن خیالی ایک ثقافتی تحریک کا نام ہے۔

۲۔اس تحریک کا سب سے بنیادی عقیدہ عقلیت پر یقین کرنا ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو بات عقل میں نہ آئے وہ نہ مانی جائے، چاہے وہ بات کہنے والا کوئی بھی ہو چرچ کے پادری یا کوئی دوسرا انسان۔

۳۔ معاشرے کی فلاح کے لئے سب کو مل کر کام کرنا ضروری ہے۔

ان تین میں سے پہلی اور تیسری بات اہل اسلام کے لئے بالکل بھی نئی نہیں۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو ثقافتی اور سماجی تحریکوں میں اسلام سے بڑھ کر کوئی کامیاب تحریک نہ اسلام سے پہلے کی تاریخ میں دکھلائی جا سکتی ہے اور نہ بعد کی۔ اسلام اپنی سماجی اور ثقافتی تعلیمات میں الحمدللہ خود کفیل ہے اور یہ تعلیمات اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں کہ کسی زمان و مکان میں انہیں بدل کر نئی سماجی بنیادیں لانے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کی وجہ بڑی واضح ہے کہ اسلام کی تعلیمات اللہ تعالی کی عطا کردہ ہیں جو ماضی، حال اور مستقبل سے یکساں طور پر واقف ہیں اور ہر حوالے سے انہوں نے ایسے اصول وضوابط بیان فرمادیے ہیں کہ ان میں تبدیلی کی چنداں ضرورت نہیں۔

تیسری بات کا بھی اسلام بڑی شدومد سے قائل ہے، جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیته۔" تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس حدیث شریف میں ہر شخص کو اصلاح کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور اس ذمہ داری کا دائرہ کار بھی طے فرمادیا کہ اپنے ماتحتوں کی ذمہ داری ہے۔

البتہ دوسرے نمبر پر بیان کی جانے والی بات سراسر اسلام کے خلاف ہے، اس لئے کہ قرآن کریم نے جابجا اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اکثر لوگ عقل سے (درست) کام نہیں لے پاتے۔ پس جب صورتحال یہ ہو کہ عقل سے کام لینا ہر کسی کے لئے آسان نہ ہو تو پھر ہر کسی کو اس کی عقل کے حوالے کردینا، اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں ہوسکتی۔ نیز اس دوسری بات کے ضمن میں روشن خیالی کی تحریک انسان کو مذہب کی قید سے آزادی دلانے کی بات کرتی ہے۔

اسی لئے روشن خیالی کا دوسرا نام آزاد خیالی بھی رکھا جاسکتا ہے۔ اور اہل مغرب کی اس آزاد خیالی کا مخصوص پس منظر ہے۔ یورپ میں کلیسا کے پادریوں نے اپنی چودراہٹ قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو جائز سائنسی ایجادات کی بھی اجازت دینا روا نہیں رکھا تھا اور وہ ان کے ساتھ ہر طرح کا ظلم کرتے تھے۔ اور جب ظلم حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے، اسی کے مطابق یورپ کے لوگوں نے ان کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ البتہ جہاں پادریوں نے اپنی حدود سے تجاوز کیا تھا، وہیں ان کے خلاف بغاوت کرنے والوں نے بھی حد سے تجاوز کیا، بجائے پادریوں کی چیرہ دستیوں سے جان چھڑانے کے، انہوں نے مذہب ہی سے جان چھڑانے میں عافیت سمجھی۔ حالانکہ مذہب نہیں، مذہبی پیشوا ان کا استحصال کررہے تھے۔

انہوں نے نئے خیالات جسے روشن خیالی کہا جاتا ہے کا مطلب یہ نکالا کہ مذہب کا اجتماعی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہر انسان اپنی انفرادی حیثیت میں آزاد اور خود مختار ہے۔ جو چاہے سوچے، جو چاہے بولے، جو چاہے تحریر کرے، اور جو بات اس کی عقل میں نہ آئے اسے رد کردے، اس پر کسی قسم کی کوئی قدغن اور پابندی روشن خیالی کے خلاف ہوگی۔ مغربی روشن خیالی یا آزاد خیالی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں مذہب محض ایک انفرادی معاملہ بن کر رہ گیا، جس کا اجتماعی زندگی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ ہر شخص آزاد ہے وہ جس طرح چاہے کمائے، جس طرح چاہے کھائے، جس طرح چاہے حکومت کرے، ان باتوں سے مذہب کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔

جب روشن خیالی، آزاد خیالی میں تبدیل ہوئی تو اس کے مظاہر نظر آنا شروع ہوئے اب وہاں کوئی سڑک پر فطری لباس میں آنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا کیونکہ وہ آزاد ہے، اگر کوئی زنا اور جوئے کا اڈا کھول کر کمانا چاہے تو یہ بالکل قانونی ہے کیونکہ وہ آزاد ہے، اگر وہ کسی دوسرے کی مقدسات کے بارے میں نازیبا خیالات کا سرعام اظہار کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ اسے آزادئ اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ مغرب کی نام نہاد روشن خیالی دراصل مذہب سے آزادی اور بیزاری کا اعلان ہے، تو غلط نہ ہوگا۔

سوچنے کی بات ہے کہ زنا، جوے، سود، فحاشی و عریانی، سٹے بازی، ناچ گانے، ہم جنس پرستی میں سے کس چیز کا تعلق روشن خیالی سے ہے؟ اور یہ کس حد تک سائنسی اور معاشی ترقی کے لئے ضروری ہیں؟ یہ اور اس طرح کی دیگر اشیاء جنہیں اسلام نے صدیوں پہلے تاریکی قرار دیتے ہوئے ختم کیا تھا، مغرب نے انہیں دوبارہ روشن خیالی کے نام پر زندہ کردیا۔

یہ اہل مغرب کا کمال ہے کہ اس قدر گھناونے خیالات کو انہوں نے روشن خیالی کا نام دے دیا اور میڈیا کے ذریعے اس کا اس قدر پروپیگنڈا کیا کہ جیسے اسے اختیار کئے بغیر کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈا بھی کہ روشن خیالی مغرب ہی سے طلوع ہوئی ہے

بقیہ: صفحہ نمبر 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

مغربی میڈیا کو شکست

حبیب مجاهد

افغانستان میں سیاسی، فوجی اور پروپیگنڈے کے زور پر پیدا کی گئی بحرانی کیفیت اپنے عروج پر ہے۔ ایسے حالات میں جب امریکی ملک سے فرار ہو رہے ہیں ان کی کوشش ہے کہ اپنی پس ماندہ انتظامیہ کو اعتماد دلواسکیں اور موجودہ جہادی تحریک کو بے اعتبار اور معمولی ظاہر کریں۔

اسی لیے یہ پروپیگنڈہ مہم چلائی جارہی ہے۔ طرح طرح کے الزامات، افواہیں، اندھے الزامات اور کابل انتظامیہ کو نمایاں حیثیت دلانے کے نمائشی کوششوں کا مقصد یہی ہے۔ نئے شمسی سال کے پہلے بیس روز اس حوالے سے انتہائی اہم ہیں کہ ایک جانب ان دنوں کابل میں عالمی سطح کا زردشتی تہوار منایا جائے گا اور اس کے بعد صدارتی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا انعقاد ہوگا جو کہ دونوں انتہائی اہم مواقع ہیں۔

کابل انتظامیہ اور مغربی جارحیت پسند انتخابات اور تہوار مناکر یہ تاثر دینے کی کوشش کررہے ہیں کہ انہوں نے مخالف جہادی تحریک کو دبادیا ہے۔ اسی لیے وہ اتنے بڑے بڑے تہوار پوری آزادی سے منارہے ہیں۔ ایک جانب سے فوجی آپریشن اور دوسری طرف پروپیگنڈہ مہم کے یہ سلسلے بھی اسی لیے کیے جارہے ہیں۔

مگر دوسری جانب بہار کی آمد کے ساتھ جہادی حملوں میں ماضی کی بنسبت زیادہ قوت اور شدت پیدا ہوگئی ہے۔ تقریباً ہر روز حکومت کے حساس اداروں پر عسکری حملے ہوتے ہیں۔ صدارتی محل کے چند کلومیٹر کے اندر کے علاقے میں جنگ کئی گھنٹوں تک جاری رہتی ہے اور کوئی حکومتی مرکز حملے سے محفوظ نہیں رہ پاتی۔

گذشتہ کچھ عرصے سے قندہار، ننگرہار، کابل اور کنڑ میں گروپ بند فدائی حملوں کی کارروائیاں وقت اور مقام کے اعتبار سے انتہائی متاثر کن کارروائیاں تھیں۔ جس نے حکومتی قوت اور طاقت کو صفر کے ہندسے پر لاکر کھڑا کردیا۔

صدارتی محل سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع سرینا ہوٹل کے حملے میں جب ایک مشکوک صحافی نامعلوم جہت سے آنے والی گولی کا نشانہ بنا تو صدارتی محل اور اس کے مغربی آقاؤں کو اس واقعہ کو لے کر مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے کا بہترین موقع ہاتھ آگیا تاکہ حملے سے ہونے والی خفت کی کسی حد تک تلافی ہوجائے۔

اسی لیے ذرائع ابلاغ پر بزور دولت حکومت کرنے والے مغربی قوتوں نے اپنے ماتحت میڈیا ذرائع کو حکم دیا کہ صحافی کے قتل کو بہانہ بنا کر انتخابات کے خاتمے تک طالبان کی خبریں نشر نہ کرنے کا اعلان کردیں۔

جانبدار ذرائع ابلاغ کو یہ بہترین بہانہ میسر آگیا اور ایک اعلان کے ساتھ ہی جہادی خبریں نشر کرنے پر پابندی عائد کردی گئی۔ مگر اس اعلان کے اگلے روز مجاہدین نے عملی ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کابل اور دیگر اہم علاقوں میں کامیاب کارروائیاں کیں۔ ان کارروائیوں نے ذرائع ابلاغ کو ایک بار پھر شش وپنج میں ڈالدیا۔ طالبان نے کنڑ میں فوجیوں کے کیشیئر آفس اور کابل میں انتخابی کمیشن کے ایک اہم مرکز پر عین اس وقت حملہ کیا جب حامد کرزئی خود اسی علاقے میں موجود تھا اور پارلیمنٹ سے صدارتی محل کی جانب واپس جارہا تھا۔

ان حساس کارروائیوں نے ذرائع ابلاغ کو ایک بار پھر مجبور کردیا کہ کارروائیوں کی رپورٹیں نشر کرکے اپنا فیصلہ خود توڑ دیں۔

دوسری طرف ان کارروائیوں نے صدارتی محل کو مجبور کردیا کہ وہ جشن نوروز کا عالمی پروگرام پغمان سے کابل منتقل کردیا جائے۔ کیوں کہ حملوں کے بعد کابل انتظامیہ کی بے بسی کا اندازہ ہر شخص کو ہوگیا۔

رپورٹس بتاتی ہیں کہ سرینا ہوٹل کی کارروائی کے بعد کابل سے وہ تمام غیرملکی کارکن بھاگ گئے ہیں جو انتخابات کی نگرانی کے لیے کابل آئے تھے۔ یہ غیرملکی مبصرین چند حملوں کے بعد کابل انتظامیہ پر اپنا اعتماد کھو بیٹھے اس لیے انہوں نے واپسی کی راہ لی۔

کئی مبصرین کا کہنا تھا کہ اگر کارروائیوں کا سلسلہ یوں ہی رہا تو شاید انتظامیہ مجبور ہوکر انتخابات معطل کروادے۔ یہ مجاہدین کی بڑی کامیابی ہوگی۔ کیوں کہ مجاہدین نے اپنے ایک اعلامیے میں کہا کہ جارحیت کے سائے میں انتخابات ایک فریبانہ سلسلہ ہے جس کے ذریعے مغربی قوتیں اپنے من پسند افراد کو اقتدار دلانا چاہتے ہیں۔

مجموعی طور پر جاری آپریشن اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والی تبدیلیوں سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین عسکری اور پروپیگنڈے کی جنگ میں دشمن سے بھرپور مقابلے کی پوزیشن میں ہیں۔ جس نے دشمن کو ایک متزلزل اور غیرمستحکم صورتحال سے دوچار کردیا ہے۔

تحریر: سعادت لاروی

شہروں تک محدود انتخابات

انتخابات میں کسی کی قابلیت، دیانت، امانت اور مہارت معیار نہیں بلکہ صرف اعداد و شمار کو ترجیح دی جاتی ہے، ان کے نزدیک ظالم اور مظلوم، عادل اور جابر، سمجھدار اور بے وقوف، عالم اور ان پڑھ، چھوٹا اور بڑا سب کی رائے برابر ہے۔ جمہوریت میں کسی دانشور، عالم اور دیانتدار شخص کی رائے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کسی بے وقوف، ان پڑھ اور مجرم کی رائے کو حاصل ہے، اور جان بوجھ کر ان کی صلاحیتوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے، ان کے قانون میں اچھے اور برے سب برابر ہیں جو در حقیقت یہ عدل و انصاف سے ناانصافی اور ظلم کی انتہا ہے۔

افغانستان میں حال ہی میں صدارتی انتخابات کا ڈرامہ رچایا گیا، امریکہ کے زیر سایہ اس کی مرضی سے کئے گئے انتخابات میں ان لوگوں کو رائے حق دہی کی اجازت دی گئی تھی جو جنگجوؤں تھے، جرائم میں ملوث تھے یا مغربی تربیت یافتہ تھے، ہمارے ملک کی آبادی تین کروڑ سے متجاوز ہے لیکن انتخابات میں سرکاری ملازمین نے کم تعداد میں حصہ لیا اور بڑے شہروں میں زور زبردستی سے لوگوں کو ووٹ کاسٹ کرنے پر مجبور کیا گیا، مجموعی آبادی کے تناسب سے یہ شرح دس فیصد ہے، پھر یہ انتخابات افغان عوام کے لئے کیسے قابل قبول ہو سکتے ہیں، انتخابی مراکز، پولنگ سٹیشنوں اور انتخابی عملے پر طالبان نے سیکڑوں حملے کئے، لوگ جانتے ہیں کہ جعلی انتخابات کیسے کئے گئے اور طالبان کی قوت کتنی زیادہ ہے، انہوں نے چند بڑے شہروں کے علاوہ پورے ملک میں انتخابی عمل کو سبوتاژ کیا اس کے باوجود مغربی میڈیا آزادانہ اور پر امن انتخابات کا پروپیگنڈہ کر رہا ہے اور تاثر قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس بار انتخابات میں عوام نے ماضی کے برعکس بڑی تعداد میں حصہ لیا، اور یہ بھی کیا گیا کہ رات کے دو بجے سے عصر کے پانچ بجے تک عوام نے لائنوں میں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کے بعد ووٹ کا حق استعمال کیا اور حکومتی ملازمین سے شہریوں کے نام پر انٹرویو کیا گیا اور یہ تاثر دیا گیا کہ ملک میں امن ہے اور انتخابات پرامن طریقے سے ہوں گے، یہ بھی کہا گیا کہ 33 صوبوں میں 6700 انتخابی مراکز قائم کئے گئے تھے، یہ تعداد 33 صوبوں پر تقسیم کر کے ہر صوبے میں 200 مراکز قائم کئے گئے تھے، لیکن یہ عوام کے لئے ہر گز قابل قبول نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا کہ ہر صوبے میں نہایت محدود تعداد میں انتخابی مراکز قائم کئے گئے تھے۔

انتخابات سے قبل مسلسل فدائی حملوں کی وحشت اور خوف سے تمام غیر ملکی مبصرین کابل سے بھاگ گئے، انتخابات کی نگرانی کے لئے آئے ہوئے بڑی تعداد میں غیر ملکی مبصرین افغانستان چھوڑ کر فرار ہو گئے، حکومتی ملازمین بھی روپوش ہو گئے، دفتروں میں حاضری کم رہی، فدائی حملوں کے خوف سے سیکورٹی اہلکاروں کی بڑی تعداد چھٹی پر گئی، جبکہ دوسری جانب ایک ماہ قبل فورسز نے عام شاہراوں پر مسافروں کو تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کیا، پگڑی اور داڑھی والوں کو طالبان کے شبہ میں گرفتار کرنے، گاڑیوں سے اتارنے اور جیلوں میں ڈالنے کا عمل تیز ہوا، ان پر بہیمانہ تشدد اور کئی نہتے شہروں کو شہید کرنے کی دلخراش داستانیں سنی گئیں، اس ناروا عمل سے عوام میں حکومت کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا اور انتخابات سے بائیکاٹ کیا، یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عوام نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا، بڑے شہروں کے علاوہ باقی تمام علاقوں میں عوام نے جعلی انتخابات میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی، مغربی میڈیا کے دعوے محض دعوے ثابت ہوئے، عوام نے نمائشی انتخابات کو مسترد کر کے یہ واضح پیغام دیا کہ وہ امریکہ کے زیر سایہ جعلی انتخابات کے بجائے اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ چاہتے ہیں اور اسی مقصد کی خاطر لاکھوں افغانوں نے قربانیاں دیکر اپنے خون سے نئی تاریخ رقم کی اور امریکہ کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا۔

سرد جنگ

تحریر : عابد مجاهد

جنگ میں خون بہایا جاتا ہے، آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں، تباہی مچتی ہے، لوگ مارے جاتے ہیں اور بے پناہ نقصان ہوتا ہے۔ لیکن ایک ایسی جنگ بھی ہوتی ہے جسے سرد جنگ کہا جاتا ہے، اس میں انتقام دوسری جنگ سے زیادہ لیا جاتا ہے اور دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔

اگرچہ سرد جنگ کا مطلب دو طاقتوں کے درمیان خفیہ مقابلے اور ایک دوسرے کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا نام ہے لیکن اب اس کا اطلاق عام ہو گیا ہے، فریقین کے ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈے کو بھی سرد جنگ کہا جاتا تھا۔

سرد جنگ کے دوران اکثر دانشور یہ خیال ظاہر کرتے تھے کہ یہ سرد جنگ آگے جاکر خونی اور گرم جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے، اس وقت ہمارے ملک پر وارسا معاہدے کا حملہ ہو چکا تھا اور عملی طور پر جنگ جاری تھی اس میں امریکہ اور نیٹو غیر مستقل طور پر ملوث تھے، اس لئے ان دونوں کے درمیان اس وقت جاری کشمکش کو سرد جنگ کا نام دیا جاتا تھا۔ اگرچہ سرد جنگ کا خاتمہ سنہ 1989ء میں برلین کی شکست کے مترادف قرار دیا جاتا ہے، لیکن برلین کی شکست بذات خود اس سوال کا جواب ہے کہ گرم جنگ کا آغاز ہوا تھا کہ نہیں؟

اوپر تمہید اس لئے باندھی کہ اکیسویں صدی میں حالات کیسے ہیں اور کس طرف جارہے ہیں، کیا اب وہی جنگ جاری ہے؟ اگر ہے تو سرد جنگ کے وسائل کا کیا کردار ہوگا اور کن کے درمیان جنگ جاری ہے؟

جب سے عالمی طاقتوں کے درمیان اتحاد قائم ہوا ہے اور وارسا معاہدے کے خاتمے کے بعد نیٹو بے لگام ہو کر کمزور ممالک کے لئے سنگین خطرہ بنایا گیا ہے، سرد اور گرم جنگ کے علاوہ ایک اور سمت کا تعین ہوا ہے جس میں معاہدے کے پابند ارکان کے علاوہ کئی اور عناصر بھی اس جنگ میں شامل ہیں، اب دنیا پھر ان جنگوں کے آغاز پر دو حصوں میں بٹ گئی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس بار دنیا معاہدے پر نہیں بلکہ دو نظریوں کی بنیاد پر تقسیم ہو چکی ہے، ایک جانب اسلام اور اسلامی تہذیب جبکہ دوسری جانب اسلام مخالف تمام ادیان اور مذاہب صف آراء ہیں۔

ان دونوں فریقین کے درمیان جاری جنگ میں پروپیگنڈے کا میدان بہت وسیع و عریض ہے اور دنیا کے کسی کونے میں بھی مسلمان محفوظ نہیں، یہ فکری اور تہذیبی یلغار اب ایک مہلک اور تباہ کن شکل اختیار کر کے امت مسلمہ کے لئے سنگین خطرات اور مشکلات کے باعث اور چیلنجز کے مقابلے میں مسلمان منتشر اور بے بس نظر آرہے ہیں، کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دین سے بیزار کر کے ان کی شناخت کو مسخ اور برائے نام مسلمان رہ جائیں اور پھر آپس میں دست و گریبان ہو کر ایک دوسرے کے مدمقابل اور برسرپیکار ہو جائیں اس کام کے لئے بے دریغ وسائل کا استعمال کیا جارہا ہے اور اب ہر چیز میں فکری اور نظریاتی جنگ کے اثرات پائے جاتے ہیں اور بات بہت آگے نکل چکی ہے۔

طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں مسلمانان عالم بھی کوشش کر رہے ہیں کہ ان پر مسلط شدہ تہذیبی جنگ کا راستہ روک لیں، اور بڑی تعداد میں نوجوانوں کو اس کا احساس ہوا ہے اور اچھے طریقے سے وہ ان کے خلاف برسرپیکار ہیں اور جدوجہد کر رہے ہیں، لیکن آج دنیا میں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں وہ براہ راست اس جنگ سے متاثر ہیں، ان کے دین کو نشانہ بنایا جارہا ہے، مسلمانوں کی جانب سے دفاعی سرد جنگ کچھ بھی نہیں، یہاں پر موضوع کو طول دینے اور اسلامی دنیا کے حالات پر نظر ڈالنے کے بجائے صرف اپنے ملک کے اندر جاری جنگ اور اس کی اقسام پر توجہ مرکوز کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سرد جنگ کے اثرات کیا ہیں؟ کیونکہ یہاں طاغوتی قوتوں کے ساتھ عملی طور پر جنگ جاری ہے۔

میڈیا، ذرائع ابلاغ اور اخبارات کی اہمیت کو موضوع بنانا نہیں چاہتا بلکہ دشمن ہمارے خلاف جنگ میں جن وسائل سے استفادہ کرتا ہے، اس کو تراشنا چاہتا ہوں، اس بحث کو سمجھنے کے لئے گہری سوچ کی ضرورت ہے۔

امریکی سینیٹر رچارڈ جی لوگار RICHARD G. (LUGAR) نے فارین سروس جورنال(Foreign Service Journal) کے مشہور نشریاتی ادارے میں امریکی میڈیا سے طویل بات چیت میں کہا کہ امریکی سیاست میں اخبارات کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے، اور حکومت کی عمومی پالیسی کے اہم جز کے طور پر اسے دیکھا جاتا ہے کیونکہ ان کے ذریعے دیگر ممالک کے عوام امریکی پالیسی سے آگاہی حاصل کرتے ہیں اور مختلف حربوں سے وہ ان کے زیر اثر لائے جاتے ہیں اور امریکی سیاست اور تہذیب سے ان کے تعلقات استوار ہوتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اسی وجہ سے دوسری عالمی جنگ کے حامی امریکہ نے دنیا کی مختلف اقوام کے لئے ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے خبروں کی اشاعت شروع کی تاکہ امریکی مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے سیاسی اور فوجی کوشش کے ساتھ کام آگے بڑھا کر کامیابی حاصل کرسکے۔

ہمارے ملک میں جاری گرم جنگ کے ساتھ سرد جنگ کے اثرات اور مضمرات بھی پائے جاتے ہیں، تحریر کے آخری حصے میں کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں اور ان کے ضمن میں ان عوامل پر بھی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے یہ سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔

1 : ہم کیوں معاصر میڈیا کی خبروں پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی اہمیت کے قائل ہیں؟

2: میڈیا کی آزادی کا مطلب کیا ہے؟

3 : عالمی میڈیا کے مقابلے میں ہمارا میڈیا کیوں بااثر نہیں؟

4 : اصل فریق ہم ہیں پھر ہماری میڈیا کے اثر کا فقدان کیوں ہے؟

5 : صرف اپنی بات کی اشاعت اور اس کو عوام سے منوانا کیا اس مقصد کے لئے اور ذرائع ہیں؟

آزاد میڈیا کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ ذرائع ابلاغ ہیں جو عوام اور حکمرانوں تک اصل حقائق پہنچا کر خود غیر جانبدار رہے۔

آزاد میڈیا کی اس تعریف کو دیکھ کر موجودہ جنگ کی کیفیت میں ہم اپنے میڈیا کا جائزہ لیتے ہیں اور اس ضمن میں یہ بات بھی موقع کی مناسبت سے زیر قرطاس لانا چاہتا ہوں کہ قابض افواج کے خلاف برسرپیکار نوے فیصد امارت اسلامیہ کے طالبان اور مجاہدین ہیں اور ظاہر بات ہے کہ مدمقابل دشمن کی جانب سے سرد جنگ کا اصل ہدف بھی طالبان ہی ہیں لیکن ان کے ذرائع ابلاغ کتنے آزاد ہیں؟ اس پر لکھنا چاہتا ہوں اور اوپر سوالات کے جواب اور عوامل کو پرکھنا چاہتا ہوں۔

امارت اسلامیہ کی گزشتہ حکومت کے دوران میڈیا نہ ہونے کے برابر تھا، یہاں تک کہ مرکزی شوریٰ نے بھی اخبارات کی اشاعت کو کاغذ کا ضیاع قرار دیا اور اس حوالے سے اس کے تحفظات تھے، توجیہ یہ ہے کہ اس وقت میڈیا آزاد نہیں تھا۔

اس وقت اخبارات کے رپورٹرز کہتے تھے کہ ہم جس وزارت اور محکمے میں جاتے ہیں اور کسی چیز سے متعلق رپورٹ اور انٹرویو کے لئے کسی ذمہ دار اور رہنما سے وقت دینے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں گھنٹوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ ہمیں اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی وقت۔ جبکہ عالمی میڈیا کے صحافی آتے ہیں تو ان کے لئے فوراً دروازے کھول کر ان سے ملاقات کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ان کو اہمیت دی جاتی ہے اور ان کا احترام کیا جاتا ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہم عالمی میڈیا کی دشمنی کی شکایت کررہے تھے اور ہم ان کے پروپیگنڈے کا شکار تھے لیکن چونکہ وہ میڈیا فعال اور ہمارا میڈیا غیر فعال تھا اس لئے اس سے ہمارے کچھ توقعات وابستہ تھے، کیونکہ وہ ہمارے ساتھ کھلا تضاد اور جانبداری کا مظاہرہ نہیں کرتے اس لئے ہم بھی مکمل طور پر اسے نظرانداز نہیں کرسکتے بلکہ اسی محتاجی میں وہ میں زہر کھلاتے اور ان کے نخرے بھی برداشت کرتے۔

آج بھی یہی صورتحال ہے اگر سو میں سے دس فیصد حقیقت کا وہ اعتراف کرے تو ہم اس کو اپنے لئے کامیابی سمجھتے ہیں اور اس کا حوالہ دیکر ایک دوسرے کو بھیج دیتے ہیں۔ اس کی اہمیت اور ضرورت ہمارے لئے دو باتوں کی نشاندہی کرتی ہے، یا تو ہم اس کی آزادی کا اعتراف کریں یا اس میدان میں ہم سے پہلے اس کی طویل تاریخ حقیقت ہے۔

اول الذکر کے ساتھ میں خود بھی متفق نہیں ہوں اور نہ اس کو آزاد سمجھتا ہوں کیونکہ مشہور ذرائع ابلاغ دنیا میں بڑی طاقتوں کے لئے کام کررہے ہیں اور ان کے حق میں استعمال ہو رہے ہیں اور بظاہر ان کا طریقہ کار بھی یہی بتاتا ہے لیکن وہ کس طرح عوام سے اپنی آزادی اور خود مختاری کا دعویٰ منوانے میں کامیاب رہے ہیں، میں صرف اس کی نشاندہی کرتا ہوں اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں۔

اس کے سحر انگیزی کی واردات کا طریقہ کار کیا ہے؟

میڈیا کے بڑے رہنما اور دانشور ہمیں بتاتے ہیں کہ "سب کچھ میرا" اس کو نظرانداز کیا جاتا ہے اور "کچھ لو کچھ دو" کے قاعدہ پر عمل کیا جاتا ہے، وہ صرف اپنی بات پر ڈٹے نہیں رہتے بلکہ دوسروں کی بات بھی کچھ سن لیتے ہیں اور شائع کرتے ہیں۔

ہم جب اپنی میڈیا میں کسی کا مکمل نام شائع کرنا برداشت نہیں کر سکتے تو پھر کس طرح اپنے اور غیر ہمارے میڈیا پر انحصار کریں۔ اب تو ہمارا میڈیا صرف ہمارے لوگ ہی دیکھتے ہیں اور ان میں بھی وہ لوگ قائل نہیں جنہیں میڈیا کی حقیقت معلوم ہو۔

اگر ہم کم حصے پر صبر کریں اور کچھ نقصان کے ساتھ فائدہ حاصل کریں یا دوسرے الفاظ میں ہم اپنی بات کسی پر مسلط نہ کریں اور ان سے منوانے کی کوشش نہ کریں اور کچھ اپنے قارئین کا بھی سن لیں تو یہ میڈیا کی آزادی کا نام ہے جو آج کی دنیا میں تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے۔

میڈیا کی آزادی کی جو تعریف آج کل کی جا رہی ہے میڈیا خود بھی اس پر پورا نہیں اترتا تو اسلامی میڈیا کے لئے آزادی کی تعریف کا ہر گز یہ مطلب نہیں جس میں اخلاقی اور اسلامی اقدار کی توہین ہو رہی ہو بلکہ یہاں میڈیا کی آزادی کا مطلب اس کی آزادی اور خود مختاری کا حقیقی تصور قرار دیا جاتا ہے۔

اب ہم حقائق کو لوگوں سے منوا نہیں سکتے لیکن مغربی میڈیا غیر حقیقی اور غیر مستند خبروں کی اشاعت کر رہا ہے اور لوگوں سے بھی منوا رہا ہے۔

اگر ہم دوسری بات اپنے لئے دلیل کے طور پر ثابت کریں کہ معاصر میڈیا کی تاریخ طویل ہے اور وسائل کی کثرت ہے۔ سو ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ جو موقع ہمیں میسر ہے اس سے وہ محروم ہیں وہ اس طرح کہ اصل فریق ہم ہیں لیکن میڈیا کے میدان میں انعام کوئی اور لیتا ہے، اور عالمی سطح پر دانشور اور مفکرین وہ چہرے ہیں جو میڈیا کے سکرین پر نمودار ہو کر ہم پر تبصرے کر رہے ہیں لیکن ہم اس موقع سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو اٹھانا چاہیے یا ہم اٹھا نہیں سکتے۔

میڈیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پہلے خود کو لوگوں سے منوانا ہے اس کے بعد پھر ہم اپنی بات منوا سکتے ہیں، اس لئے یہاں تلخ حقیقت کو ماننا حقیقت میں خود کا اعتماد حاصل کرنا ہے۔

میڈیا کے حوالے سے یہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں اس کے علاوہ ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اور اس میدان میں ہم وہ کامیابی حاصل کر چکے ہیں جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ماہنامہ شریعت کی برکت سے میں صرف یہ ایک ہی مضمون ضبط تحریر میں لا سکا، اللہ تعالی ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔

واللہ ولی التوفیق۔

بقیہ از: جنگی جرائم اپریل 2014

21 اپریل کو میدان وردگ ضلع چک کے قلعہ بابا میں افغان اہلکاروں نے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

21 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ لوگر کے صوبائی دارالحکومت کے مضافات میں چھاپے کے دوران مسجد کے پیش امام مولوی جلیل احمد کو شہید کر دیا جبکہ ایک مقتدی کو حراست میں لیا، انہوں نے تلاشی کے دوران لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور انہیں مالی نقصان بھی پہنچایا۔

21 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے دلاور قلعہ میں ایک شخص کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

22 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ لوگر کے دارالحکومت پل عالم کے قریب چھاپے کے دوران ایک طالب علم کو شہید اور ایک کو گرفتار کر لیا۔

23 اپریل کو صوبہ نورستان ضلع کامدیش کے کامدیش گاؤں میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں کی جانب سے نصب کیا گیا بم دھماکے میں ایک خاتون شہید اور ایک شخص زخمی ہوا۔

24 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع موسی قلعہ کے کنجک کے مقام پر قابض افواج کے ڈرون حملے میں ایک شخص حاجی فیض اللہ شہید ہوا۔

27 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے چہار قلعہ میں چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

28 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے مجید چوک کے علاقے میں افغان اہلکاروں کے حملے میں دو بچے شہید اور دو زخمی ہوئے۔

29 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ کاپیسا ضلع نجراب کے افغانیہ علاقے میں فیض محمد نامی شخص کے گھر پر فضائیہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں پانچ خواتین زخمی اور ایک تین سالہ بچہ شہید ہوا۔

29 اپریل کو صوبہ غور ضلع تیورہ کے سرتائی اور دہ تائی علاقوں میں افغان اہلکاروں نے ڈاکٹر ابراہیم کی سربراہی میں تین افراد کو شہید کر دیا، 5 افراد زخمی اور کئی کو گرفتار کر لیا گیا۔

29 اپریل کو صوبہ لغمان ضلع علینگار کے اندر اعلاقے میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے دو افراد کو طالبان کے ساتھ تعلق کے شبہ میں شہید کر دیا، پھر جب ان کے رشتہ داران کی لاشیں اٹھا کر لے جا رہے تھے تو راستے میں اربکی اہلکاروں نے پھر ان پر فائرنگ کر کے مزید دو افراد کو شہید کر دیا۔

اقتباسات [بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو= افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن تکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس]

افغانستان مارچ 2014 میں

احمد فارسی

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات اور نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ نقصانات کے صحیح اعداد و شمار الامارہ اور دیگر ویب سائٹوں میں ملاحظہ کریں۔

مارچ 2014 کا مہینہ بھی دیگر مہینوں کی طرح دشمن پر بہت بھاری رہا۔ اس ماہ کے دوران امارت اسلامیہ کے سرفروش فدائی مجاہدین نے اندرونی اور بیرونی دشمنوں پر بے مثال حملے کیے۔ ان حملوں میں سینکڑوں بیرونی اور داخلی فوجی لقمہ اجل بن گئے۔ دشمن کو بے انتہا مالی نقصانات پہنچائے۔ جن میں سے اہم واقعات کی تفصیل یہاں پیش کی جارہی ہے۔

بیرونی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

مارچ2014 میں بھی دشمن کو شدید نقصانات کا سامنا رہا۔ مگر دشمن نے اس ماہ کے دوران صرف 2 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ ان دو فوجیوں کی ہلاکت کے اعتراف کے ساتھ رواں سال میں دشمن کے اعترافی ہلاکتوں کی تعداد 19 ہوگئی جبکہ جارحیت کے پورے عرصے میں اب تک اعترافی ہلاکتیں 3428 ہوگئی ہیں۔ جن میں سے 2315 امریکی ہیں۔ الحمدللہ۔

یاد رہے حقیقی اعداد و شمار اور گنتی ان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ذیل میں دیے گئے واقعات کو دیکھتے ہوئے یہ لگتا ہے کہ دشمن کی صفوں میں ہونے والے نقصانات ان سے کئی زیادہ ہیں جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

داخلی دشمن کی صفوں میں بڑھتے ہوئے نقصانات کا سلسلہ گذشتہ مارچ میں جاری و ساری رہا۔ جیسا کہ سابقہ رپورٹس میں کہا گیا تھا کہ داخلی دشمن کے تمام اعداد و شمار کی تفصیل جمع کرنا ناممکن ہے اس لیے یہاں صرف چند بڑے واقعات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

5 مارچ بروز بدھ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے فاریاب ضلع قیصار میں اربکیوں کے ایک اہم کمانڈر پر حملہ کیا اور مذکورہ کمانڈر کو اپنے 7 ساتھیوں سمیت ہلاک کردیا۔

8 مارچ بروز ہفتہ ننگرہار ضلع نازیان کا ضلعی گورنر مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوا۔

11 مارچ بروز منگل ضلع روودات کا انٹیلی جنس افسر اپنے دو محافظوں سمیت مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

9 مارچ بروز اتوار کرزئی کا نائب مارشل فہیم اور اسی طرح کابل انتظامیہ کے وزیر عدلیہ حبیب اللہ غالب بیماری کے باعث اپنی فطری موت ہلاک ہوئے۔

17 مارچ بروز پیر ہرات ضلع انجیل میں ایک جج نامعلوم افراد کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ اس واقعے کے دو روز بعد 19 مارچ بدھ غزنی ضلع اندڑ میں کرائم افسر اپنے ایک ساتھی سمیت مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حملے میں کئی پولیس اہلکار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اسی طرح 21 مارچ بروز جمعہ قندہار گورنر ہاؤس کا چیف سیکرٹری ضلع خاکریز میں ایک بم دھماکے میں ہلاک ہوگیا۔

ساتھیوں کا قتل:

مجاہدین کے حملوں اور کارروائیوں سے دشمن کی صفوں میں جتنی ہلاکتیں ہوئی ہیں اس کے علاوہ رواں موجودہ بارہ سالہ جارحیت کے دورانیے میں جارحیت پسندوں نے کئی کئی مرتبہ مختلف بہانوں سے نیشنل آرمی کو حملوں کا نشانہ بنایا ہے۔ بعد ازاں صرف ایک لفظی معذرت سے یہ سب کچھ معاف سمجھا گیا۔ دوستانہ قتل عام کا حالیہ واقعہ 5 مارچ بروز بدھ پیش آیا۔ امریکی جارحیت پسندوں نے صوبہ لوگر میں ایک فوجی چھاؤنی کو حملے کا نشانہ بنایا جس میں نیشنل آرمی کے کم از کم 22 فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

بیگناہوں کا قتل:

مارچ کے مہینے میں گذشتہ کی طرح اس سال بھی کئی نہتے اور مظلوم شہری جارحیت پسندوں اور نیشنل آرمی کے ہاتھوں شہید کیے گئے۔ جس کی مکمل تفصیل امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر جرائم کے حصے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم مارچ بروز ہفتہ پروان ضلع کوہ صافی میں بیرونی اور داخلی دشمن کے مابین برپا ہونیوالی لڑائی میں کئی مظلوم شہری شہید ہوگئے جس میں صرف تین شہریوں کی شہادت کا اعتراف کیا گیا ہے۔

12 مارچ بروز بدھ خارجی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں لوگر ضلع محمد آغا میں ایک شہری شہید اور ایک کو قیدی بنایا گیا۔ اس واقعے کا اعتراف داخلی دشمن نے بھی کیا ہے۔ مقامی لوگوں کے بقول ہلاک ہونے والا یہ شہید شخص طالبان یا اور کسی گروپ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ وہ گاؤں کا رہنے والا ایک عام آدمی تھا۔ جارحیت پسندوں نے عام لوگوں کے گھروں کی تلاشیاں لیں اور انہیں بے انتہا مالی نقصانات پہنچائے۔

اسی روز جارحیت پسندوں کی حامی تنظیم (اقوام متحدہ) نے اپنے ایک اعلامیہ میں کہا کہ ڈرون طیاروں کے حملے اور ان کے نقصانات افغانستان میں بڑھ گئے ہیں۔ تنظیم کے ترجمان نے جنیوا میں صحافیوں کو بتایا کہ گذشتہ سال 2013 میں ڈرون طیاروں کے حملوں میں کم از کم 45 بے گناہ افراد ہلاک ہوئے ہیں جبکہ 14 افراد زخمی ہیں۔ ہلاکتوں کی یہ تعداد 2012 کی بنسبت 3 گنا زیادہ ہے۔

30 مارچ بروز ہفتہ ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ لوگر ضلع چرخ میں نیشنل آرمی کی کارروائی میں مقامی لوگوں کو مالی نقصانات پہنچے۔ عینی شاہدین کے مطابق اس کارروائی میں 11 عام افراد شہید اور 40 زخمی ہوگئے۔

مختلف داخلی اور بیرونی ذرائع ابلاغ کے مطابق مارچ کے دوران 45 بے گناہ عام شہری مختلف صوبوں میں شہید ہوگئے۔ 40 افراد زخمی اور کم از کم 77 افراد قید کیے گئے۔

خالد بن ولید آپریشن:

خالد بن ولید آپریشن کے کامیاب سلسلے اب بھی پورے ملک میں جاری ہیں۔ اس ماہ کے دوران بھی بہت سی کامیابیاں ہاتھ آئیں۔

12 مارچ بروز بدھ قندہار میں ہونے والے مجاہدین کے گروپ حملوں میں بلند رتبہ افسران سمیت 23 افراد ہلاک ہوگئے۔ یہ کارروائی قندہار شہر کے دوسرے زون میں انٹیلی جنس کے تفتیشی مرکز پر ہوئی۔ مذکورہ نقصانات کے ساتھ ساتھ کئی افراد زخمی بھی ہوئے۔

اس واقعے کے ایک روز بعد 20 مارچ کو جو شمسی ہجری سال 1392 کا پہلا دن تھا امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ننگرہار کے صوبائی سیکرٹریٹ اور کچھ دیگر اہم اداروں پر شدید حملے کیے جس میں دشمن کے درجنوں افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اسی شب امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک تیکنیکی کارروائی کرکے کابل شہر کے سب سے محفوظ اور اہم ہوٹل پر حملہ کردیا۔ جو صدارتی محل کے 500 میٹر کے اندر واقع ہے۔ اس حملے میں درجنوں غیر ملکی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

یہ جڑواں حملے جو دشمن کے سب سے محفوظ اور اہم مراکز پر ہوئے۔ ان حملوں سے دشمن اس قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہوگیا کہ اپنے خارجی آقاؤں سمیت مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا مہم شروع کردیا تاکہ کارروائیوں کے حقائق پر پردہ ڈالا جائے۔ دشمن نے اس حملے میں ایک صحافی سمیت 2 بچوں کی ہلاکت کا انتہائی شدید پروپیگنڈہ کیا مگر مجاہدین نے اپنے ذرائع سے شواہد پیش کرکے اپنے ہم وطنوں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو حقیقی صورتحال اور دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے سے باخبر کردیا۔

خالد بن ولید آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کا ارادہ تھا کہ ہر ممکنہ طریقے سے انتخابات کو تہس نہس کیا جائے گا۔ اسی سلسلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کابل میں الیکشن کمیشن کے دفتر پر 25 مارچ کو ایک شدید حملہ کیا جس کے نتیجے میں مذکورہ ادارے کے کارکن اور امیدوار سمیت کئی سیکیورٹی افسر ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اسی روز صوبہ کنڑ میں فدائی مجاہدین نے داخلی فوجیوں کے کینٹینر آفس پر شدید حملہ کیا۔ جہاں سے عینی شاہدین کے مطابق کم از کم 28 لاشوں منتقل کیا گیا

25 مارچ بروز منگل کابل انتظامیہ کے وزارت دفاع نے داخلی فوجیوں کی ہلاکت کے اعتراف کے ساتھ یہ تسلیم کرلیا کہ شمسی سال 92 کا یہ سب سے بڑا اور خطرناک حملہ تھا۔ اس اعتراف میں کہا گیا کہ رواں سال میں روزانہ اوسطاً 4 فوجی مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں۔

گیسٹ ہاؤس اور چرچ پر ہونے والے آخری حملوں میں درجنوں خارجی فوجی،

مسیحی مبلغین اور ان کے افغانی آلہ کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ مگر ذرائع ابلاغ نے جارحیت پسندوں کی پالیسی کے مطابق کارروائی کی تفصیلات اور حقائق بتانے سے مکمل گریز کیا۔ یاد رہے مذکورہ چرچ خارجی جارحیت پسندوں کی جانب سے سیاسی اور عسکری مقاصد کے ساتھ ارتدادی سرگرمیوں کے لیے بھی بھرپور طریقے سے استعمال کیا جارہا تھا۔

نفرت، بیزاری اور ہتھیار ڈالنے کے باوجود دشمن کی صفوں مجاہدین کا نفوذ:

مارچ کے مہینے میں دشمن کے کم از کم 409 اہلکار جو کہ نیشنل آرمی، پولیس اور سیکیورٹی اداروں کے مختلف پوسٹوں پر کام کر رہے تھے دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں کے بعد مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوگئے۔

یہاں نمونے کے طور پر ہتھیار ڈالنے کے چند واقعات کا ذکر کیا جارہا ہے۔

2 مارچ کو 10 اربکی مجاہدین سے مل گئے۔ اسی طرح مذکورہ مہینے کی 7 تاریخ کو 18 اربکی اس ضلع میں مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوگئے۔

15 مارچ کو لغمان میں اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک بااحساس افغان فوجی ایک پولیس اہلکار کو ہلاک کر کے صحیح سلامت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

اجمالی طور پر ہتھیار ڈالنے والوں کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

قندوز 9، ننگرہار 77، بدخشان 7، پکتیکا 7، پکتیا 2، بلخ 1، لغمان 2، کنڑ 44، پروان 7

اسی طرح ملک کے مغربی اور مرکزی حصوں میں بھی کئی افراد مجاہدین سے مل گئے ہیں:

فاریاب 24، سرپل 144، فراہ 4، ارزگان 16، ہرات 35، غزنی 6، زابل 8، ہلمند 15 اور قندہار میں 1 اہلکار

یاد رہے مذکورہ بالا فہرست میں جن افراد کا ذکر ہے یہ اپنے ساتھ مختلف النوع ہلکا اور بھاری اسلحہ، گاڑیاں اور دیگر جنگی وسائل بھی لے کر مجاہدین سے ملے۔

مندرجہ بالا معلومات کی تفصیل کے لیے الامارہ ویب سائٹ میں دعوت وارشاد کے جلب وجذب کمیشن کی ماہانہ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

جارحیت پسندوں کا اعتراف:

باوجود اس کے کہ جارحیت کے عرصے میں کئی کئی مرتبہ کوششیں کی گئیں کہ ملک پر غیر ملکی جارحیت کا معاملہ پوشیدہ اور دبا رہے۔ مگر پھر بھی سورج کو دو انگلیوں سے ڈھانپا نہیں جاسکتا، اس لیے کبھی کبھی جارحیت پسند یا داخلی دشمن دانستہ یا نادانستہ طور پر اعترافات کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ملک کی حقیقی حالت کا پتہ چلتا ہے۔ اس سلسلے میں 3 مارچ کو حامد کرزئی نے اپنے ایک بیان میں اعتراف کیا کہ امریکا نے اپنے بارہ سالہ جارحیت میں افغانستان سے خیانت کی ہے۔ امریکا یہاں صرف اپنے مفادات کے حصول کے لیے آیا ہے۔ کرزئی نے واشنگٹن پوسٹ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ محض ایک بہانہ اور ایک افسانہ ہے۔

شکست کا اعتراف:

ایسوسی ایٹڈ پریس کے حوالے سے 5 مارچ کو جنرل ڈیمپسی نے کابل سے واشنگٹن لوٹنے کے بعد کہا "افغانستان کو انتخابات کے بعد ایک بڑے بحران کا سامنا ہوگا"۔ حالانکہ امریکا نے افغانستان کو ایک عشرے سے زیادہ عرصے تک سیکیورٹی اور استحکام کے بہانے اپنی جارحیت میں رکھا۔ ہزاروں بے گناہ انسانوں کو شہید کیا گیا۔ اب آپریشن کے خاتمے اور انخلاء کی بات کی جارہی ہے۔ ایسے احمقانہ اعترافات کے ذریعے اب اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

فرار کا سلسلہ:

افغانستان جارحیت پسندوں کے لیے اب ایک دردِ سر بن چکا ہے کیونکہ یہ جنگ اب ان کے لیے تاریخ کی سب سے طویل جنگ بن چکی ہے۔ 52 جارحیت پسند ممالک کی شکست کے سلسلے میں 12 مارچ کو کینیڈین افواج نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ جارحیت کے آغاز کے بعد سے اب تک چالیس ہزار کینیڈین فوجی باری باری افغانستان آچکے ہیں۔ ان کے اپنے اعتراف کے مطابق اب تک 158 فوجی افغانستان میں ہلاک ہوچکے ہیں۔

اسی طرح 17 مارچ کو برطانوی فوجیوں نے بھی ہلمند میں اپنا کیمپ خالی کر دیا۔ برطانوی جارحیت پسندوں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ انہوں نے دو کیمپوں "کیمپ بیس شین" اور "آبزرویشن پوسٹ سٹیر گا 2" کے علاوہ باقی سارے کیمپ خالی کردیے ہیں۔ افغانستان میں برطانیہ کے مجموعی طور پر 137 اڈے اور فوجی کیمپ قائم تھے۔

ایک جانب جارحیت پسند فرار کی راہ تلاش کر رہے ہیں اور دوسری طرف جارحیت کے حامی اتحادی ممالک نے ان کی مشترکہ (جاسوس اور قاتل) تنظیم یوناما کی مدت میں ایک سال مزید توسیع کردی ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں۔

تحریر: سید سعید

جنگی جرائم

اپریل 2014

یکم اپریل 2014ء کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے چار نہتے شہریوں کو شہید اور زخمی کر دیا اور کئی کو تشدد کا نشانہ بنایا۔

2 اپریل کو صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی میں افغان فورسز نے بڑی تعداد میں دکانداروں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور پانچ کو حراست میں لیا۔

4 اپریل کو صوبہ کاپیسا کے دارالحکومت کے قریب شوخی کے مقام پر حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے گھر گھر کی تلاشی کے دوران بارہ افراد کو حراست میں لیا۔

4 اپریل کو قندہار ضلع پنجوائی کے علاقے مشان سیدان گاوں میں حکومتی حامی ملیشیا [اربکی ملیشیا] کے اہلکاروں نے فیض اللہ آغا نامی شخص کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

5 اپریل کو صوبہ سمنگان ضلع حضرت سلطان کے کوکجر علاقے میں افغان اہلکاروں نے تلاشی لینے کے دوران دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

7 اپریل کو صوبہ غزنی ضلع گیرو کے جاو کو گاوں میں قابض افواج نے ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔

7 اپریل کو صوبہ فراہ ضلع بالا بلوک کے علاقے گرانی میں افغان فورسز کے توپ کے حملے میں ایک خاتون شہید اور ایک شخص زخمی ہوا۔

8 اپریل کو صوبہ نیمروز ضلع دلارام کے بازار میں افغان اہلکاروں نے 303 نمبر کوچ پر اندھا دھند فائرنگ کر کے ایک مسافر کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

8 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع نوزاد کے انگرک کاریز کے علاقے میں افغان اہلکاروں کی فائرنگ سے دو نمازی شہید اور دو زخمی ہوئے۔

9 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ بلخ ضلع شولگرہ کے بودنہ قلعہ پر چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لینے کے دوران تین افراد کو حراست میں لیا۔

10 اپریل کو قندہار ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل میں قابض افواج کے فضائی حملے میں تین افراد شہید ہوئے۔

11 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ ہلمند ضلع نادعلی کے باری گل بازار میں ایک گھر پر چھاپہ مار کر ایک شخص کو حراست میں لیا۔

12 اپریل کو افغان اہلکاروں نے صوبہ لوگر ضلع چرخ کے علاقے کلاہ نو میں چھاپے کے دوران شہریوں کو بھاری مالی نقصان پہنچایا اور چار افراد کو حراست میں لیا پھر ان قیدیوں پر بہیمانہ طریقے سے تشدد کیا گیا جن میں ایک احمد نامی شخص شہید ہوا۔

12 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے دوشان کاریز میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران تین افراد کو حراست میں لیا۔

14 اپریل کو صوبہ زابل کے ضلع شملزو میں افغان اہلکاروں نے دو افراد کو شہید کر دیا۔

14 اپریل کو کابل کے ضلع سروبی کے سپیر کونڈی کے مقام پر افغان اہلکاروں نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید کر دیا اور تلاشی کے دوران گھروں سے نقد رقم اور دیگر سامان بھی چوری کر لیا۔

15 اپریل کو قابض افواج نے ایک حملے میں خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ کے زنی خیل میر گوڑی علاقے میں دو بچوں اور ایک خاتون کو شہید کر دیا، اس واقعے کی تصدیق خوست کے گورنر کے ترجمان [مبارز زدران] نے بھی کی۔

16 اپریل کو صوبہ پکتیا ضلع گردے چیزی کے خاخیل علاقے میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران ایک خاتون اور ایک شخص کو شہید کر دیا۔

17 اپریل کو قابض افواج نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے تنگی درہ کے لاجی خیل گاوں پر چھاپہ مارا، گھر گھر تلاشی لینے دوران مکینوں کو بھاری مالی نقصان پہنچایا اور ایک شخص کو حراست میں لیا۔

19 اپریل کو قندوز ضلع علی آباد کے دریم لالا میدان علاقے میں کمانڈر ارباب خوشحال کے اہلکاروں نے محمد شفا نامی شخص کو شہید کر دیا۔

21 اپریل کو صوبہ فاریاب ضلع پشتون کوٹ کے زخن، قلعہ نیاز بیک اور اق درہ محلوں میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے مکینوں کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا، عینی شاہدین کے مطابق اربکی ملیشیا کے اہلکاروں نے اپنے ہلاک ہونے والے کمانڈر عطا محمد کے انتقام کی غرض سے 16 شہریوں [مفتی محمد آصف اور مولوی اسد اللہ سمیت چار طالب علم اور دس بچے، خواتین اور بوڑھے] کو شہید کر دیا نیز انہوں نے چالیس مکینوں کے گھروں کو لوٹنے کے بعد انہیں آگ لگا کر نذر آتش کر دیا گیا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمائیں۔

انتخابی دھاندلیاں بے نقاب

تحریر: سیف العادل احرار

جنگ زدہ اور یرغمال افغانستان میں جعلی انتخابات کا ڈرامہ اختتام پذیر ہوا، لیکن انتخابات کے فوراً بعد میڈیا نے کامیابی، پرامن، منصفانہ، آزادانہ اور فیصلہ کن انتخابات قرار دینے اور امریکہ کی ترجمانی کا حق ادا کرنے میں تمام صحافتی اصولوں کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ جانبدارانہ، یک طرفہ اور غیر مصدقہ رپورٹنگ میڈیا کے ماتھے پر بدنما داغ ہے، کیونکہ میڈیا کے مطابق افغانستان کی آبادی تین کروڑ سے متجاوز ہے انتخابات میں ستر لاکھ ووٹ ڈالے گئے، دو کروڑ تیس لاکھ افراد نے ووٹ نہیں ڈالے۔ ستر لاکھ میں لاکھوں ووٹ جعلی ہیں، ان کو بھی نکال کر اندازہ لگایا جائے تو بمشکل اٹھارہ فیصد لوگوں نے رائے حق دہی کا استعمال کیا ہوگا، جن میں بیشتر سرکاری ملازمین اور سیکورٹی فورسز کے اہلکار شامل تھے جبکہ بڑے شہروں میں لوگوں کو دھونس دھمکیوں کے ذریعے ووٹ ڈالنے اور وہ بھی کسی مخصوص امیدوار کو ووٹ دینے پر مجبور کیا گیا، اس کے علاوہ بڑے پیمانے پر دھاندلیاں کی گئیں، جن کی ویڈیوز منظر عام پر آچکی ہیں، سوشل میڈیا پر درجنوں کی تعداد میں ایسی ویڈیوز اپلوڈ کی گئیں لیکن الیکٹرانک میڈیا نے صحافتی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے بھرپور طریقے سے جانبداری کا مظاہرہ کیا، ان ویڈیوز میں سے کوئی فوٹیج کو دکھانا میڈیا کے لئے شجر ممنوعہ قرار دیا گیا۔ سوشل میڈیا نے ان ویڈیوز کے ذریعے انتخابات میں کی گئی دھاندلیوں کو بے نقاب کرکے یہ ثابت کر دیا کہ محض برائے نام انتخابات درحقیقت جعلی اور نمائشی انتخابات تھے، اس کا منصوبہ امریکہ میں بنایا گیا تھا، یہ محض ایک ڈرامہ تھا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں طالبان نے ان کو مسترد کرکے لاکھوں شہداء اور عوام کی ترجمانی کا حق ادا کیا کیونکہ امریکہ کے زیر سایہ کٹھ پتلی حکومت کے قیام کے لئے انتخابات افغان عوام کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔

جن انتخابات کو افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت اور اس کے ہم نوا شفاف، منصفانہ اور غیر جانب دارانہ قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، سوشل میڈیا پر ان انتخابات کے حوالے سے سامنے آنے والی پوسٹس بتاتی ہیں کہ ان میں کس پیمانے پر اور کس کس طرح کی دھاندلیاں کی گئی ہیں۔

سوشل میڈیا پر بہت بڑی تعداد میں الیکشن میں ہونے والی مختلف نوعیت کی دھاندلیوں کے ثبوت ویڈیوز اور تصاویر کی صورت میں سامنے آئے ہیں اور انہوں نے سرکاری حکام سے اس سلسلے میں نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ اسمارٹ فونز سے ملک کے مختلف پولنگ اسٹیشنز پر بنائی جانے والی افغان یوزرز کی یہ ویڈیوز اور تصاویر جعلی ووٹ بھگتانے، رائے دہندگان کو پولنگ بوتھ سے باہر ہراساں کرکے ان کی مرضی کے خلاف ووٹ دینے پر مجبور کرنے اور گلیوں میں بکھرے بیلٹ پیپرز کے مناظر پر مشتمل ہیں۔

سوشل میڈیا پر آنے والی ان ویڈیوز نے ملک کے اندر حالیہ صدارتی انتخابات پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ الیکشن کمپلینٹس کمیشن کے ترجمان نادر محسنی سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس پر آنے والی ان ویڈیوز کے حوالے سے کہتے ہیں کہ سوشل میڈیا پر آنے والی زیادہ تر ویڈیوز ان جگہوں یا علاقوں کی ہیں جہاں حکومت کی رسائی نہیں تھی لیکن ویڈیوز سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دھاندلیاں بڑے شہروں میں کی گئی ہیں اور ان کی بات غیر معقول ہے۔

سوشل میڈیا پر آنے والی ان ویڈیوز میں سے ایک میں تین نوجوان اور ایک کم عمر لڑکا بہت تیزی کے ساتھ اور مضطربانہ انداز میں ایک کے بعد ایک بیلٹ پیپر پر ٹھپے لگاتے نظر آرہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ٹھپے صدارتی امیدوار اشرف غنی احمد زئی کی حمایت میں لگائے جارہے ہیں، تاہم کچھ ٹھپے صدارت کے دوسرے امیدوار عبداللہ کے لئے بھی لگائے جارہے ہیں۔ یہ ویڈیو فیس بک پر اٹھارہ سو مرتبہ سے زیادہ شیئر کی گئی ہے، جبکہ ہزاروں نے لائک اور ان پر جعلی انتخابات کے حوالے سے کمنٹس درج کئے گئے ہیں۔

نام نہاد جعلی انتخابات کے حوالے سے سوشل میڈیا پر آنے والے ایک اور ویڈیو کلپ میں جو بڑے بہت پیمانے پر شیئر کی ہے، میں ایک عورت انتخابی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسری عورت سے کہہ رہی ہے کہ وہ ایک مخصوص امیدوار کے حق میں ووٹ دے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے انتخابات کی دھاندلیاں اور بے قاعدگیاں سامنے لانے کا عمل اس حقیقت کا مظہر ہے کہ سوشل میڈیا ان حقائق کو آشکار کر سکتا ہے جو کسی اور ذریعے سے سامنے آنا ممکن نہیں، جن مقامات تک الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی رسائی ممکن نہیں یا وہ ان جیسی ویڈیوز کو شائع نہ کرنے کے پابند ہیں تو سوشل میڈیا وہاں بھی موثر انداز میں کام کر رہا ہے۔

اپریل کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	80	1	12	0	86	19	30	1	2	1
-2	ہلمند	94	0	15	17	165	87	35	2	16	0
-3	غزنی	88	0	2	3	119	74	16	5	4	0
-4	خوست	77	0	0	0	79	67	13	0	0	0
-5	نورستان	8	0	0	0	1	4	0	0	2	0
-6	میدان وردگ	61	0	1	0	85	45	10	2	4	0
-7	کونڑ	65	0	0	0	88	44	14	1	1	0
-8	پکتیکا	85	1	0	0	105	80	19	13	12	0
-9	زابل	138	0	3	0	131	65	42	2	5	1
-10	لوگر	61	0	0	0	64	43	4	4	1	0
-11	کاپیسا	25	0	4	1	42	17	4	1	1	0
-12	روزگان	37	0	0	0	30	11	4	1	4	0
-13	پکتیا	65	0	0	0	92	52	19	1	1	0
-14	فراہ	22	0	0	0	19	4	2	0	2	0
-15	کابل	26	1	0	2	19	8	7	1	0	0
-16	ننگرہار	197	0	0	0	195	235	39	0	16	0
-17	لغمان	42	0	0	0	31	50	12	0	0	0
-18	ہرات	51	0	0	0	55	44	20	1	1	0
-19	نیمروز	12	0	0	0	8	2	1	0	0	0
-20	بادغیس	38	0	0	0	46	40	7	1	13	0
-21	قندوز	51	0	0	0	32	21	8	0	1	0
-22	بغلان	39	0	0	0	18	18	5	0	0	0
-23	فاریاب	45	0	0	0	69	50	11	3	6	0
-24	غور	22	0	0	0	36	25	7	3	10	0
-25	پروان	33	0	10	9	10	19	10	3	1	0
-26	تخار	8	0	0	0	8	5	4	0	0	0
-27	سمنگان	4	0	0	0	5	0	2	0	0	0
-28	بدخشان	16	0	0	0	65	102	2	5	8	0
-29	بامیان	4	0	0	0	0	0	1	0	0	0
-30	بلخ	15	0	2	2	33	17	9	0	0	0
-31	سرپل	33	0	0	0	14	18	7	2	4	0
-32	دائی کنڈی	6	0	0	0	8	10	3	0	1	0
-33	جوزجان	10	0	0	0	5	3	2	0	0	0
-34	پنج شیر	1	0	0	2	0	0	1	0	0	0
مجموعہ		1559	3	49	36	1763	1279	370	52	116	2

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- قندھار میں ایک ہیلی کاپٹر ایک جاسوس طیارہ۔ 2: کونڑ میں ایک جیٹ طیارہ۔ 3: کاپیسا میں ایک جیٹ طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

اے راہ حق کے بہادر اور سرفروش مجاہدو!

اولاً اللہ جل جلالہ کی مدد و نصرت پھر آپ لوگوں کی بے دریغ قربانیوں اور عوام کے مضبوط تعاون کے نتیجے میں جارحیت پسند دشمن کا زور ٹوٹ چکا ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب صبح نو ہونے کو ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ یہ لمحات اپنے رب کا شکر ادا کرنے اور اپنی عوام کی خدمت میں صرف کریں، تاکہ ہم مزید عنایاتِ الٰہی کے مستحق ٹھہر سکیں۔

مجاہدین کو میری نصیحت ہے کہ حملہ آور دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور ان پر تابڑ توڑ حملے جاری رکھیں۔ اپنے مجاہد عوام سے قربت کو مزید بڑھائیں، تاکہ اس عظیم مقصد کا حصول ممکن ہو سکے، جو اہل افراد پر مشتمل ایک ایسے خود مختار اسلامی نظام کا قیام ہے، جس میں تمام افغانوں کی نمائندگی شامل ہوگی۔ اور جس کے حصول کے لیے سالہا سال سے ہم نے اپنا مقدس جہاد جاری رکھا ہوا ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year May 2014

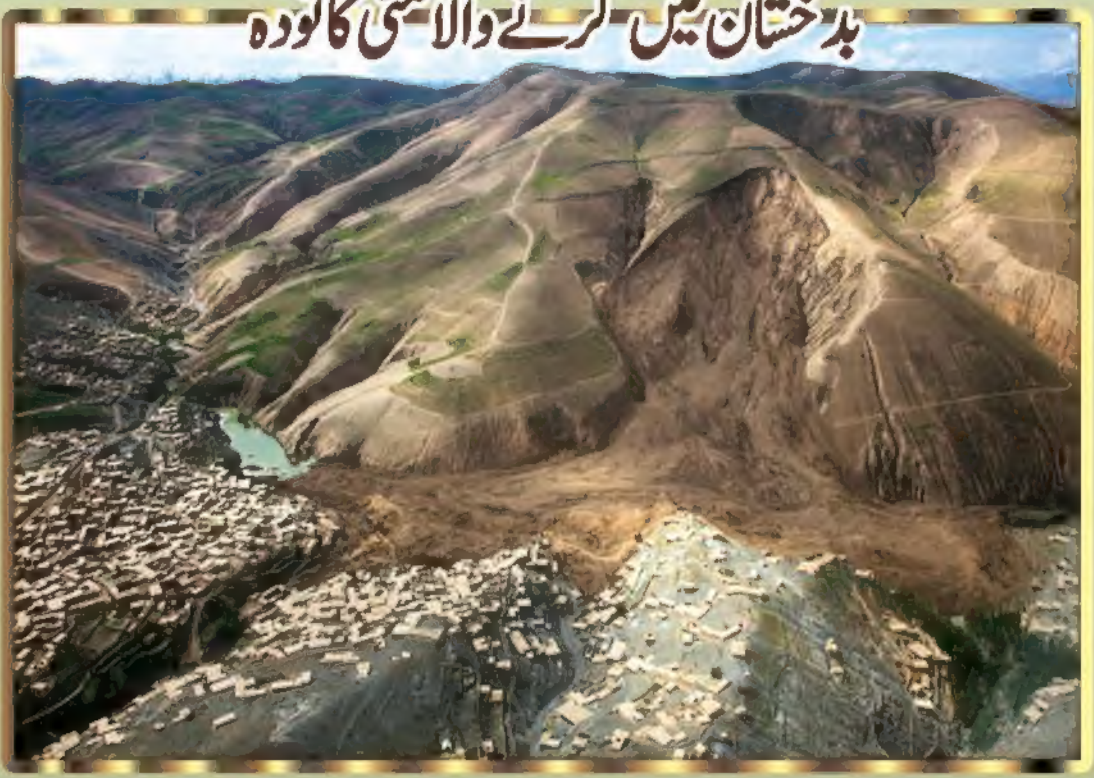

وطن عزیز میں پیش آنے والے اس المناک سانحے پر ہم دنیا بھر کے مسلمانوں اور عالمی فلاحی اداروں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مشکل کی اس گھڑی میں افغان عوام کی مدد کریں۔ مجاہدین سے جتنا ہوسکے ہموطنوں کے تعاون سے دریغ نہ کریں۔ اللہ تعالی اس مشکل وقت میں افغان عوام کی مدد فرمائے اور اس سانحہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی مغفرت فرما کر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ذبیح اللہ مجاہد {بدخشان کے حادثہ فاجعہ پر اعلامیہ}